York, USA, 2005.

۳۹۔ بریفالٹ، رابرٹ، تشکیل انسانیت، مترجم، مترجم عبدالمجید سالک، ص ۴۲۷، مجلس ترقی ادب، ۲ نرسنگھ داس گارڈن، کلب روڈ، لاہور۔

۴۰۔ مودودی، تفہیم القرآن، ۲/ ۸۲۔

۴۱۔ ایضاً، ۲/ ۴۱۳۔

۴۲۔ عہد نامہ قدیم، یسعیاہ، ۲۸/ ۷۔

۴۳۔ ایضاً، سلاطین، ۱۳/ ۱۱...... ۲۰، ملخصاً۔

۴۴۔ ایضاً، یرمیاہ، ۲۳/ ۱۰...... ۱۲، ملخصاً۔

۴۵۔ ایضاً، پیدائش، ۹/ ۲۰...... ۲۱۔

۴۶۔ ایضاً، ۹/ ۳۰...... ۳۸۔

۴۷۔ ایضاً، ۳۵/ ۲۲۔

۴۸۔ ایضاً، ۳۴/ ۱...... ۲۔

۴۹۔ ایضاً، سموئیل، ۱۱/ ۲۔

۵۰۔ ایضاً، ۱۶/ ۲۰...... ۲۳۔

۵۱۔ ایضاً، ۳۱/ ۱۔

۵۲۔ ایضاً، سلاطین، ۱۱/ ۱...... ۱۲۔

۵۳۔ ایضاً، خروج، ۱۲/ ۳۵...... ۳۶۔

۵۴۔ ایضاً، ۳۲/ ۱...... ۳۰، ملخصاً۔

۵۵۔ عہد نامہ قدیم، قضاۃ، ۱۶/ ۱...... ۵۔

۵۶۔ ایضاً، گنتی، ۲۵/ ۱...... ۳؛ قضاۃ، ۲/ ۱۱...... ۱۵۔

۵۷۔ ایضاً، استثناء، ۱۳/ ۱۴...... ۱۵۔

۵۸۔ ایضاً، حزقی ایل، ۲۳/ ۱۸...... ۲۱۔

۵۹۔ ایضاً، آموس، ۲/ ۶...... ۸۔

۶۰۔ ایضاً، ۱۰/ ۱...... ۳۔

۶۱۔ ایضاً، یرمیاہ، ۱۰/ ۸...... ۹۔

۶۲۔ ایضاً، حزقی ایل، ۲۲/ ۱۰...... ۱۳۔

۶۳۔ ایضاً، ۱۶/ ۱۷...... ۱۸۔

۶۴۔ عہد نامہ جدید، ططس کے نام پولس کا خط، ۱/ ۱۰...... ۱۱۔

65. Everyman's Abraham Cohen Talmud Matmud, p. 368.The Soncino Press 1989.
66. Israil Shahak and Norten, Jewish Fundamentalism in Israil, p. 19, Pluto Press.
67. Ibid,2/6.
68. Ibid,2/11.
69. Ibid,2/13.
70. Ibid,2/17.
71. Ibid,4/3.
72. Ibid,7/23.
73. Ibid,7/22.
74. Ibid,3/3.
75. Ibid,6/3.
76. Ibid,6/5.
77. Ibid,5/10.
78. Ibid,7/3.
79. Ibid,7/3.
80. Ibid,7/4.
81. Ibid,7/5.
82. Ibid,7/7.
83. Ibid,7/11.
84. Ibid,7/14
85. Ibid,7/15.
86. Ibid,7/19.
87. Ibid,7/31
88. Ibid,7/4.
89. Kenneth Atkinson, Judaism. p 83 Publisher Chelsea House Philadephia U.S.A. 1982.

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کے ابتدائی نقوش اور اثرات
(خلافت راشدہ سے عہد عباسی تک)

محمد شمیم اختر قاسمی*

قدیم زمانہ سے 'برصغیر پاک و ہند' کا تعلق دیارِ عرب سے بڑا گہرا رہا ہے۔ یہ ملک اپنی طبعی اور فطری خصوصیات کی بنا پر بھی دنیا بھر میں اہمیت کا حامل رہا ہے۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶-۱۲۰۰ھ/۱۷۰۴-۱۷۸۶ء) نے اپنی کتاب 'سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان' کے مقدمہ میں اس کی وضاحت بڑی تفصیل سے کی ہے۔ بعض دوسرے شواہد سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہاں اسلام اپنا تعارف عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی کرا چکا تھا اور اہل ہند کے دلوں میں اس کے جاننے اور سمجھنے کی خلش پیدا ہوگئی تھی۔(۱) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے اچھی طرح واقف تھے۔(۲) نیز نبیؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو غزوہ ہند میں شرکت کرنے کی ترغیب بھی دی تھی اور انہیں بشارتوں سے نوازا تھا۔ امام نسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء) نے اپنی سنن میں اس سلسلے کی تین حدیثیں نقل کی ہیں، دو کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (م ۵۷ھ/ ۶۷۷ء) اور تیسری کے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (م ۵۴ھ/۶۷۴ء) ہیں۔ اول الذکر صحابہ کی دونوں احادیث کا ایک ہی مفہوم ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے:

> ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے غزوۂ ہند میں جہاد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر میں اس میں شریک ہوسکا تو اپنی جان اور مال قربان کردوں گا۔ اگر مارا گیا تو بڑی فضیلت والا شہید ہوں گا اور زندہ واپس لوٹا تو میں وہ ابو ہریرہ ہوں گا جو دوزخ کی آگ سے آزاد ہوگا۔'' (۳)

حضرت ثوبانؓ سے مروی حدیث میں ہے۔

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول اکرمؐ نے فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم کا ساتھ دے گا۔'' (۴)

احادیث نبویہ میں وارد ترغیب و بشارت کو اس عہد کے تناظر میں ہی دیکھا جائے۔ یہاں پر ان کو پیش کرنے کا مقصد بس اتنا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کا تعلق عہد نبویؐ سے کس نوعیت کا تھا۔

'ہندوستان' عہدِ فاروقیؓ میں:

ہندوستان میں مسلمانوں کے آمد کا دوسرا راستہ 'سندھ' تھا۔ شمالی ہندوستان میں اسلام جنوبی ہندوستان کے بعد

*اسسٹنٹ پروفیسر: شعبۂ اسلامک تھیالوجی، عالیہ یونیورسٹی، ۲۱- حاجی محمد محسن اسکوئر، کولکاتا۔۷۰۰۰۱۶ (مغربی بنگال) انڈیا۔

داخل ہوا۔(۵) اس کا باقاعدہ تعارف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۱۳-۲۴ھ/۶۳۴-۶۴۵ء) کے عہد خلافت میں ہوا۔(۶) اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابوالحسن البلاذری (م ۲۷۹ھ/۸۹۲ء) لکھتے ہیں:

''عمر بن الخطابؓ نے ۱۵ھ میں عثمان بن ابی العاصی الثقفی [م ۵۵ھ/ ۶۷۵ء] کو البحرین و عمان کی ولایت پر مقرر کیا۔ وہ خود تو عمان گئے اور اپنے بھائی الحکم [م ۵۵ھ/ ۶۷۵ء] کو البحرین بھیجا۔ عمان پہنچ کر انہوں نے ایک دریائی مہم تانہ (تھانہ) کی طرف بھیجی، جب یہ لوگ صحیح سلامت واپس آگئے تو عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے کہا: ''ثقیف کے بھائی تو نے کیڑے کو لکڑی پر چڑھایا ہے، قسم ہے اگر وہ لوگ ضائع ہوتے تو میں تیری قوم سے اتنے ہی آدمی لے لیتا۔'' نیز الحکم نے اپنے بھائی المغیرہ کو خلیج دیبل کی طرف روانہ کیا اور خود بروض (بھروچ) پر حملہ کیا، دشمن سے مقابلہ ہوا اور اس پر غالب ہوئے۔''(۷)

ان حملوں کے اسباب کیا تھے، اس کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ان کا فوری طور پر کوئی مفید نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عربوں کا راستہ 'سندھ' کے ساحلی علاقوں سے تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے اسی راہ سے ہندوستان کی دوسری بندرگاہوں تک جاتے تھے۔ یہیں سے وہ بنگال کی کھاڑی اور ارض چین کو طے کرتے تھے۔ آمد و رفت کے دوران انہیں یہاں کے لٹیروں اور قزاقوں سے واسطہ پڑتا اور جن سے ان کو جانی و مالی نقصان پہنچتا ہوگا۔ یہ حملے انہیں قزاقوں کے حوصلے پست کرنے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ہوئے ہوں گے۔

تسخیرِ ہند کے سلسلے میں حضرت عثمان غنیؓ کا موقف:

حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنیؓ (۲۴-۳۵ھ/۶۴۴-۶۵۵ء خ) مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ دراز ہو اور 'ہندوستان' کو بھی اسلامی قلمرو میں شامل کیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے عبداللہ بن عامر بن کریز والی (گورنر) عراق کو حکم دیا کہ 'ہندوستان' کی طرف دریائی مہم بھیجنے کی تیاری کریں، تاکہ 'بلاد ہند' کے حالات کا تفصیلی علم ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن عامر کریز نے حکیم بن حبلہ کو ایک فوجی دستہ دے کر سمندر کے راستے نواحی 'سندھ' بھیجا۔ جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ہی حکیم بن حبلہ کو اس کام پر مامور کیا تھا۔(۸) بہر حال وہ یہاں آئے اور جو کچھ یہاں دیکھا، سنا اور سمجھا اسے بیان کرنے کے لیے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے پوچھے جانے پر انہوں نے بتایا:

''امیر المومنین میں نے اس ملک کو چل پھر کر اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ آب کم یاب، میوے ترش و بے مزہ، زمین سنگلاخ، یہاں کے باشندے بہادر، اگر تھوڑی فوج وہاں جائے تو ضائع ہوجائے اور زیادہ ہو تو بھوکے مرجائیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا کہ تم وہاں کے حالات کی خبر دے رہے ہو یا سجع کہہ رہے ہو۔ بولے

:امیر المومنین! خبر دے رہا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے لشکر کشی کا خیال ترک کر دیا۔(۹)

نیز حضرت عثمانؓ نے حکیم بن جبلہ سے سندھی عوام کے معاملات اور ایفائے عہد سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: ''بڑے خائن اور غدار ہیں۔''(۱۰)

غالباً اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ 'سندھ' پر مزید کسی طرح کی کوئی کارروائی کرنے سے رکے رہے۔ اس واقعہ کا انتساب سید ابوظفر ندوی نے اپنی کتاب 'تاریخ سندھ' میں حضرت عمرؓ سے کیا ہے۔(۱۱)

حضرت علیؓ کے زمانہ میں ہندوستانی فتوحات:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پورا زمانہ خلافت (۳۵-۴۰ھ/۶۵۵-۶۶۰ء خ) اختلاف وانتشار میں گزرا۔(۱۲) وہ اندرونی نزاعات میں اس طرح الجھے رہے کہ انہیں خلافت اسلامیہ کو وسعت دینے اور نئے علاقوں کو اسلامی قلم رو میں شامل کرنے کا موقع کم ملا۔ اس کے باوجود انہوں نے 'سندھ' سے تعلق اور اس پر تسلط قائم رکھنے کی تگ و دو کرتے رہے۔ اگر ان کی شہادت (۴۰ھ) کا حادثہ نہ پیش آتا تو بعید نہ تھا کہ بعد کے زمانہ میں جو اقدام حجاج بن یوسف (۴۱-۹۵ھ/۶۶۱-۷۱۴ء) کو 'سندھ' کی تسخیر کے لیے کرنا پڑا، وہ حضرت علیؓ کے زمانہ ہی میں ہو جاتا اور پورا خطہ نعرۂ تکبیر سے گونج جاتا۔ حضرت علیؓ کی فتوحات 'سندھ' پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوالحسن البلاذری لکھتے ہیں:

''آخری ۳۸ھ یا اول ۳۹ھ میں حارث بن مرہ العبدی نے علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر بحیثیت مطوع سرحد ہند پر حملہ کیا، فتحیاب ہوئے، کثیر غنیمت ہاتھ آئی، صرف لونڈی غلام ہی اتنے تھے کہ ایک دن میں ایک ہزار تقسیم کیے گئے۔''(۱۳)

حارث بن مرہ العبدی نے یہاں آ کر جو داد شجاعت پیش کی، اس سے سندھی عوام میں اسلام اور مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔ ان کی فتوحات کے سیل بے کراں کو دیکھ کر مقامی باشندے چھپے پھرتے اور اگر کوئی جائے پناہ نہ ملتی تو اسلام قبول کر لیتے تھے۔ مگر جیسا کہ مشہور مورخ مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں:

''یہ فتح حاصل ہو ہی رہی تھی کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر آئی، جب وہاں سے لشکر پھر کر مکران میں آیا تو سنا کہ امیر معاویہؓ خلیفہ ہو گئے ہیں۔''(۱۴)

امیر معاویہ کے عہد میں فتوحاتِ ہند:

حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت امیر معاویہؓ (۴۰-۶۰ھ/۶۶۰-۶۷۹ء خ) کے ابتدائی زمانہ خلافت تک حارث بن مرہ 'قیقان' میں رہے اور جنگی کاروائی میں مصروف تھے کہ ۴۲ھ میں وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔(۱۵) ان کے بعد امیر معاویہؓ نے یکے بعد دیگرے راشد بن عمرو عبدی اور مہلب بن ابی بن صفرہ کو یہاں کے حالات کو

درست کرنے کے لیے بھیجا۔مگر ان کو بھی یہاں کامیابی نہیں ملی ۔ پھر امیر معاویہ نے عبداللہ بن سوار عبدی کو یہاں کی بغاوت سر کرنے کے لیے مامور کیا۔وہ ۴۴ھ میں 'سیستان' آئے اور فتوحات اسلامی کو بڑھاتے ہوئے' کابل' تک پہنچ گئے ۔ یہاں کے باشندوں کو اپنا باج گزار بنایا۔مگر ۴۷ھ میں وہ بھی شہید کر دیے گئے ۔(۱۶) ہندوستان کی اس تشویش ناک صورت حال پر قابو پانے کے لیے امیر معاویہؓ نے اپنے ایک بہادر جنرل حضرت سنان بن سلمہ ہذلی کو یہاں بھیجا۔انہوں نے گزشتہ تمام ناکامیابیوں کو کامیابی میں بدل دیا اور ایسی فضا پیدا کر دی کہ امیر معاویہؓ کے آخری عہد تک بلکہ اس کے بعد بھی کافی دنوں تک یہاں کے باشندے سر اٹھا نہ سکے۔(۱۷)

سنان بن سلمہ ہذلی جب غزوہ 'قیقان' کے لیے آئے تو یہاں کفار کی جو کثیر اور طاقت ور فوجیں تھیں ،انہیں دیکھ کر سنان بن سلمہ کچھ دیر کے لیے مرعوب ہو گئے ،مگر فوراً ہی انہوں نے اپنی جنگی پالیسی بدلی اور کامیابی کے لیے توجہ نصرت خداوندی پر مرکوز کر دی۔ ان کی جنگی حکمت وفراست کی وجہ سے انہیں دشمنوں پر کامیابی حاصل ہوئی ۔ بلکہ دشمنوں کو یہ کہنا پڑا کہ ہم سنان کی فوج سے شکست نہیں کھائے ، بلکہ میرے مقابلہ کے لیے جو آئے تھے وہ کوئی دوسرے لوگ تھے، جن کو میری آنکھوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔(۱۸) ایسے ہی موقعوں پر غیر مسلم اسلام اور مسلمانوں سے مرعوب ہوتے ہیں اور نتیجہ قبول اسلام کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں یہاں سات آٹھ فتوحات کا پتا چلتا ہے، جو راشد بن عمرو عبدی وجدیدی، عبداللہ بن سوار عبدی، مہلب بن ابی صفرہ ازدی، سنان بن سلمہ ہذلی ،عباد بن زیاد بن ابوسفیان اور حری بن حری باہلی اور ان کی فوجوں کے ہاتھوں ہوئیں ۔اس دور میں امرائے عراق میں عبداللہ بن عامر، زیاد بن ابوسفیان ،عبداللہ بن زیاد بن ابوسفیان اور عباد بن زیاد بن ابوسفیان کا نام آتا ہے اور انہیں کی ماتحتی میں یہ فتوحات ہوئی تھیں۔(۱۹)

امیر معاویہ کے بعد ہندوستان میں ابتری:

حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید بن معاویہ (۶۰-۶۴ھ/۶۸۰-۶۸۳ء خ) اور عبدالملک بن مروان (۶۵-۸۶ھ/ ۶۸۶-۷۰۷ء خ) نے نیابت وخلافت کی ۔مگر اس عہد میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ علاقہ 'سندھ' میں سر دنظر آتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ اسلامی عساکر یہاں آئے اور وہ یہاں کے حالات پر قابو پانے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔'راجہ رتبیل' سے عبداللہ بن امیہ کی جنگ ہوئی اور اس سے اس شرط پر مصالحت ہوئی کہ وہ آئندہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں اذیت نہیں پہنچائیں گے۔(۲۰) مگر جب اس کی اطلاع عبدالملک کو ہوئی تو انہوں نے ان کو معزول کر کے حجاج بن یوسف 'سجستان' اور 'سندھ' کی ولایت سونپ دی ۔انہوں نے 'سندھ' پر اسلم بن زرعہ کو مامور کیا۔(۲۱) ادھر 'خراسان' میں مہلب بن ابی صفرہ کو اور عبداللہ بن ابی بکرہ کو 'سجستان' روانہ کیا۔عبداللہ نے آکر 'راجہ رتبیل' سے جنگ کی ،مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے اور خود کسی طرح سے بچ نکلے۔اس کی اطلاع حجاج بن یوسف کو ہوئی تو انہوں نے عبدالملک بن مروان کو اس واقعہ کی

اطلاع دی ۔وہاں سے حکم ملا کہ' راجہ رتبیل' کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو روانہ کیا جائے ۔(۲۲) چوں کہ حجاج بن یوسف اور عبدالرحمٰن کے درمیان کسی وجہ سے پہلے سے چپقلش چلی آ رہی تھی ،اس وجہ سے خود دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے میں لگ گئے ۔اس کم زوری سے فائدہ اٹھا کر 'سجستان' والوں نے اپنی طاقت بڑھالی۔

فتوحات ہند ولید بن عبدالملک کے عہد میں:

ولید بن عبدالملک (۸۶-۹۶ھ/۷۰۶-۷۱۴ء خ) کے زمانہ خلافت میں اسلام کی جڑیں کافی حد تک مضبوط ہوئیں ۔اس زمانہ میں حجاج بن یوسف کی دل چسپی 'سندھ' سے اس قدر بڑھی کہ جب تک اس کو مسخر نہ کرلیا، سکون سے نہ رہے۔ایک طرف تو 'راجہ داہر' نے سعید بن اسلم کلابی کے قاتل علافیوں کو پناہ دی تھی،(۲۳) جس سے ان کا جوش انتقام بھڑک گیا تھا۔دوسری طرف تاریخ کا وہ کریہہ واقعہ رونما ہوا جو'سندھ' پر بری (خشکی کے) راستے سے حملہ کرنے کا اصل سبب بنا۔یہ واقعہ اگر رونما نہ ہوتا تو شاید حجاج بن یوسف اتنی سرعت سے 'سندھ' پر حملہ کرنے کی پیش قدمی نہ کرتے ۔اس واقعہ کے متعلق 'تحفۃ الکرام' کے مصنف لکھتے ہیں:

''کہتے ہیں کہ سرندیپ کے بادشاہ نے جزیرہ یواقیت (سیلون) سے خلیفہ اور حجاج کے لیے کچھ حبشی غلام اور کنیزیں، کثیر قیمتی جواہرات اور اجناس عجیب کے ساتھ اپنے معتبر آدمیوں کے ہاتھوں آٹھ کشتیوں میں سوار کر کے روانہ کی تھیں۔اتفاق سے بحر عرب میں طوفان آجانے کی وجہ سے یہ کشتیاں دیول (دیبل) بندرگاہ پر آنکلیں۔دیول کے باشندوں یعنی قوم نکامرہ کے قزاقوں نے ان سب کو گرفتار کرلیا۔سرندیپ کے بادشاہ کے خاص آدمیوں نے انہیں کافی سمجھایا کہ یہ مسلمانوں کے خلیفہ کے تحفے ہیں۔مگرانہوں نے ایک نہ سنی اور جواب دیا کہ اگر تمہارا کوئی معین ہے تو تم خود کو پھر سے خرید کردو،اس گروہ میں کچھ پاک دامن مسلمان عورتیں بھی حج کرنے اور دارالخلافت اور حجاج کی زیارت کرنے کے خیال سے شامل ہوگئی تھیں۔ان میں سے بنی عزیز قبیلہ کی ایک عورت نے (یہ سن کر) تین مرتبہ بلند آواز سے اغثنی یا حجاج کہا۔جب یہ بات حجاج سے بیان کی گئی کہ اس عورت نے تین مرتبہ اغثنی پکارا ہے تو جواب میں (فی الفور) لبیک کہہ کر وہ تدارک میں منہمک ہوگیا۔''(۲۴)

ابوالحسن البلاذری نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مسلمان عورتیں ان عرب تجار کی بیوی بیٹیاں تھیں جو تجارت کی غرض سے جنوبی ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں آئے اور یہیں مقیم بھی ہو گئے تھے۔ان میں کچھ لوگوں کا انتقال بھی ہوگیا تھا۔(۲۵)

حجاج بن یوسف نے اس واقعہ کی اطلاع ولید بن عبدالملک کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور 'سندھ' پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ادھر حجاج نے اپنے ایک سفیر کو راجہ داہر کے پاس بھیجا اور اطلاع دی کہ آپ کے علاقہ میں ہمارے آدمیوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا گیا ہے۔جس نے یہ نازیبا حرکت کی ہے،اس کی خبر لی جائے اور ہمارے آدمیوں کو واپس

کیا جائے۔راجہ داہر نے ان کی شکایت پر توجہ نہ دیا، بلکہ جواب میں کہا کہ ان ڈاکوؤں (قزاقوں) سے مقابلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔وہ خود ان سے نپٹ لیں۔(۲۶) یہ خشک جواب کو سن کر حجاج تلملا گئے۔کافی اصرار کے بعد خلیفہ سے اس شرط کے ساتھ 'سندھ' پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی کہ اس مہم میں جتنا صرفہ ہوگا، اس سے دوگنی رقم شاہی خزانے میں لوٹا دی جائے گی۔(۲۷)

اجازت حاصل کرنے کے بعد اپنی ایک فوج زیر کمان عبید اللہ بن بنہان 'دیبل' بھیجا، مگر وہ دشمن کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور شہید ہوگئے۔(۲۸) ان کی جگہ پر بدیل بن طہفہ بجلی کو مامور کیا گیا، جو اس وقت عمان میں تھے۔(۲۹) ادھر محمد بن ہارون والی 'مکران' کو حکم دیا کہ تم اپنی پوری فوج کے ساتھ تیار رہو، تاکہ طہفہ بجلی کے ساتھ مل کر راجہ داہر سے جنگ کرنے میں تم اور تمہاری فوج کام آسکے۔(۳۰) حسب ہدایت بدیل بن طہفہ بجلی 'مکران' آئے۔دونوں ایک ساتھ 'دیبل' پہنچے اور 'سندھیوں' سے مقابلہ کیا۔اس بار بھی داہر کی فوج غالب آئی۔اسلامی لشکر منتشر ہوکر ادھر ادھر ہوگئے۔اس جنگ میں طہفہ بجلی کی شہادت کے ساتھ اور دوسرے بہت سے لوگ شہید ہوئے۔(۳۱) مسلمانوں کی متواتر ناکامی کے باوجود یہاں کے باشندے مسلمانوں سے مرعوب ہی رہے، یہاں تک کہ 'نیرون' کا حاکم جس کا نام 'سمنی' اور جو بدھ دھرم کا ماننے والا تھا، اس نے مرکز خلافت میں اپنے آدمیوں کو بھیج کر اطاعت کا وعدہ کیا اور امان نامہ حاصل کرلیا، تاکہ آئندہ انہیں مسلمانوں سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔(۳۲)

حجاج بن یوسف کی دو عسکری مہم ابتدا میں ناکام رہیں۔ان میں بہت سے مجاہدین اسلام شہید ہوئے۔اس کے باوجود حجاج بن یوسف نے ہمت نہیں ہاری اور اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔معصوم بھکری لکھتے ہیں:

''چوں کہ دشمن کے حالات اور طور طریق کا معلوم کرنا دوراندیشی اور احتیاط کا ضروری تقاضا ہے، اس وجہ سے مذکورہ عرض داشت کا جواب ملنے سے پہلے ہی حجاج نے سندھ کے حالات کی جاسوسی اور دشمن کی تعداد اور ان کے لشکر کی تفصیلات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے دو ہوشیار اشخاص کو مامور کیا اور اس واقعہ کو ذریعہ بہانہ بنا کر ان کے ہاتھوں ایک خط روانہ کیا۔ان دنوں سندھ پر چچ کا بیٹا داہر حکمراں تھا، جب اسے حجاج کا خط دیا گیا تو اس نے اسے عزت واحترام کے ساتھ لیا اور خط کے مضمون سے آگاہ ہوکر اس تقصیر سے برات کا اظہار کیا اور اپنی بے گناہی ظاہر کرتے ہوئے پر نفاق زبان سے خلوص واتفاق کے کلمات ادا کیے اور اپنی لاعلمی و بے خبری کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کے متعلق استفسار کرنے لگا۔اس کے بعد اس نے کہا کہ جس گروہ نے خلیفہ کے ملازموں کے ساتھ بے ادبی کی ہے ان کی تلاش میں اپنے آدمیوں کو روانہ کرتا ہوں اگر وہ ہاتھ آگیے تو انہیں سخت سزا دوں گا

اور جو مال کہ انہوں نے لوٹ لیا ہے واپس لے کر خلیفہ کی خدمت میں روانہ کر دونگا، چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کو مقرر کیا اور ان دونوں (قاصدوں) کو دم دلاسوں سے خوش کر کے یہ معذرت نامہ تحریر کیا کہ "دیبل ھمندر میں قزاقوں کا ایک گروہ رہتا ہے، یہ بے ادبی اسی سے سرزد ہوئی ہے اور وہ ہمارے دائرہ اطاعت واختیار سے باہر کے لوگ ہیں آخر کار وہ (قاصد) فوجوں اور مملکت کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے حجاج کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سندھ کے حالات اس کے گوش گزار کیے۔ حجاج کے عریضہ کے جواب میں دارالخلافت سے یہ جواب آچکا تھا کہ وہ اپنے ابن عم محمد بن قاسم کو ملک سندھ کی تسخیر کے لیے مامور کرے اور لشکر کی تیاری بیت المال بغداد کے خزانہ سے کرے۔ چنانچہ ایک ماہ کے عرصہ میں حجاج نے پندرہ ہزار مجاہدوں کو کہ جن میں چھ ہزار گھوڑ سوار، چھ ہزار شتر سوار اور تین ہزار پیادے تھے تیار کر کے سندھ کی طرف روانہ کیا اور خرچ کے لیے انہیں تیس ہزار درہم بھی دیے تا کہ ضرورت کے وقت لشکر کے کام آئیں۔ یہ لشکر ۹۲ھ میں روانہ ہوا۔" (۳۳)

محمد بن قاسم کی 'سندھ' کے لیے روانگی

آخر میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم (م ۹۶ھ/ ۷۱۵ء) (۳۴) کو جو اس وقت فارس میں تھے، اپنے پاس بلایا اور سابقہ حالات سے آگاہ کرنے کے بعد انہیں 'سندھ' کی تسخیر کا حکم دیا۔ (۳۵) ادھر محمد ہارون کو خبر بھجوادی کہ محمد بن قاسم 'سندھ' کی تسخیر کی غرض سے جارہے ہیں، تم ان کی ہر طرح سے مدد کرو گے۔ محمد بن قاسم پہلے 'مکران' آئے۔ یہاں ان کا محمد ہارون نے اپنی فوج کے ساتھ استقبال کیا۔ اسی دوران بذریعہ کشتی حجاج بن یوسف نے حزم بن مغیرہ کی نگرانی میں جنگی آلات، ساز وسامان اور 'عروس' نامی منجنیق بھی یہاں بھیج دیا۔ (۳۶) یہاں محمد بن قاسم نے چند روز قیام کیا۔ پوری تیاری اور حالات کا اچھی طرح اندازہ کرنے کے بعد امیر 'مکران' ہارون کے ساتھ یہاں سے کوچ کیا۔ فتح وکامرانی کا جھنڈا الہراتے ہوئے ارمائیل (ارمن بیلہ) آئے۔ یہاں ہارون کا انتقال ہوگیا۔ (۳۷) لیکن محمد بن قاسم نے آگے کا سفر جاری رکھا۔

'دیبل' کی فتح:

محمد بن قاسم اپنی فوج کے ساتھ 'دیبل' پہنچے اور اس جگہ کا انتخاب کر کے خیمہ زن ہوئے جو عسکری نقطہ نظر سے اہم تھا۔ یہاں آتے ہی شہر 'دیبل' کو اپنے حصار میں لے لیا اور جنگی کارروائی شروع کردی۔ 'دیبل' والے قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے۔ جنگ نے طول پکڑا۔ یہاں تک کہ 'دیبل' کی فتح میں چھ ماہ کا عرصہ لگ گیا۔ اسی دوران قلعہ میں محصور ایک شخص نکل کر محمد بن قاسم کے پاس آیا اور امان حاصل کرنے کے بعد کہا کہ جب تک فلاں بت خانے کا جھنڈا سرنگوں نہ ہوگا کامیابی مشکل ہے، کیوں کہ اس 'دیول' (مندر) میں ایک طلسم ہے۔ محمد بن قاسم نے 'عروس' نامی 'منجنیق' سے مذکورہ 'لٹھ' کو گرانے کے لیے کہا اور ہدایت دی کہ صرف 'لٹھ' کو نشانہ بنایا جائے، مندر متاثر ہونے نہ پائے۔ اس کے گرتے ہی قلعہ میں بند سارے لوگ

ٹیش میں آ گئے اور باہر نکل کر مقابلہ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لا کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ محمد بن قاسم نے سیڑھیوں کے ذریعہ فصیل پر چڑھنے کا حکم دیا۔ اسلامی فوج فصیل پر چڑھ کر شہر میں داخل ہوئی اور سخت معرکہ کے بعد 'دیبل' کو فتح کر لیا۔ (۳۸) چوں کہ یہاں راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ اپنی فوج کی قیادت کر رہا تھا، جب اسے اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا تو قلعہ والوں کو تنہا چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ دشمنوں پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد مجرموں کو محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا، جو لائق گردن زدگی تھے انہیں سزا دی گئی، بقیہ کی جان بخشی کر دی گئی۔ جن لوگوں نے غیر جانب داری کا مظاہرہ کیا تھا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ اس جنگ میں جو غنائم محمد بن قاسم کے ہاتھ آئے، ان کا پانچواں حصہ حجاج بن یوسف کے پاس روانہ کر دیا اور بقیہ کو فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔ (۳۹) محمد بن قاسم نے یہاں کے حالات پر پوری طرح قابو پالیا اور مقامی باشندوں کو اپنا مطیع بنالیا تو بقول علامہ بلاذری یہاں کی زمین کی پیمائش کرا کے قطعات فاتحین میں تقسیم کر دیئے اور وہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروا کر ۴ ہزار مسلمانوں کو آباد کروا دیا۔ (۴۰)

حجاج بن یوسف نے 'دیبل' کی فتح میں بہت زیادہ دل چسپی لی۔ ہر دوسرے تیسرے دن حجاج کی طرف سے جوابی خط محمد بن قاسم کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ اس میں محمد بن قاسم کو مشورہ دیا جاتا تھا کہ فلاں فلاں اقدام کرو تا کہ 'دیبل' کی فتح آسان ہو جائے۔ ساتھ ہی ان خطوط میں محمد بن قاسم کے لئے نصیحتیں بھی درج ہوتیں تھیں۔ انہیں ذکر اللہ کی تلقین کے ساتھ یہ بھی حکم دیا جاتا کہ جب دشمن پر فتح حاصل کر لو تو ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو، سختی سے پیش نہ آؤ، ہندوؤں کے معابد کی توہین نہ کرو۔ (۴۱)

تسخیر 'نیرون':

'دیبل' کے بعد محمد بن قاسم نے 'نیرون' کے لیے کوچ کیا۔ جب محمد بن قاسم یہاں پہنچے تو لوگوں نے ان کو حجاج بن یوسف کی طرف سے حاصل کردہ امان نامہ دکھلایا، جسے انہوں نے بدیل بن طہفہ بجلی کی شہادت کے بعد حاصل کیا تھا۔ لہذا مسلمانوں نے ان سے کسی طرح کی کوئی مزاحمت نہیں کی۔ بقول علامہ بلاذری ان لوگوں نے حسب وعدہ محمد بن قاسم کا اعزاز واکرام کیا اور اپنے شہر میں بڑی شان سے داخل ہونے دیا۔ (۴۲) ان کے برعکس معصوم بھکری نے 'نیرون' کی فتح کے سلسلے میں لکھا ہے کہ یہاں کافی جدال وقتال کا بازار گرم رہا اور کافی محنت کے بعد 'نیرون' کو فتح کیا گیا۔ کافروں کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور جو بچے وہ 'الور' بھاگ گئے۔ (۴۳) مشہور مورخ مولوی ذکاءاللہ کی تصریح کے مطابق یہاں کا راجہ سمانی تھا اور محمد بن قاسم کے یہاں پہنچنے کے وقت نہ تھا، بلکہ دو دن بعد یہاں پہنچا۔ محمد بن قاسم کو سامان رسد دینے کے ساتھ اس نے حجاج بن یوسف کا امان نامہ دکھلایا۔ اس وجہ سے محمد بن قاسم نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ (۴۴) محمد بن قاسم نے ان لوگوں کے ساتھ رواداری سے پیش آئے۔ اس سے متاثر ہو کر بہت سے غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا اور جنہوں نے نہیں کیا وہ بھی اسلامی لشکر

کے ساتھ اگلی منزل کا قصد کیا۔ (۴۵) محمد بن قاسم نے یہاں بھی ایک مسجد تعمیر کروائی اور موذن و امام مقرر کر کے اس میں پانچوں وقت نماز کی ادائیگی کا حکم دیا۔ (۴۶)

'سیوستان' کی فتح:

'نیرون' کے بعد محمد بن قاسم نے 'سیوستان' کا رخ کیا۔ راستہ میں ایک مقام 'بھروج' پر قیام کیا۔ وہاں کا راجہ داہر کا بھتیجہ 'وجے رائے بن چندر' (بجھرا) تھا۔ جب اسے مسلمانوں کے یہاں پہنچنے کی خبر ملی تو وہ فرار ہو گیا۔ اس طرح بہ آسانی یہ قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ راجہ کے جاتے ہی یہاں کے بہت سے جاٹ مسلمان ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے یہاں بھی رحم دلی کا مظاہرہ کیا اور جن لوگوں نے امان کی فریاد کی، انہیں آزاد چھوڑ دیا گیا۔ (۴۷)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وجے رائے 'بھروج' سے فرار ہو کر 'سیوستان' پہنچا۔ یہ علاقہ بھی اسی کی ماتحتی میں تھا۔ محمد بن قاسم اس کے تعاقب میں یہاں بھی پہنچ گئے۔ اسی دوران یہاں کے ایک بدھ عالم نے وجے رائے سے کہا: 'مسلمانوں سے امن طلب کر لو اور ان کے حملہ سے خود کو بچالو اور جنگ سے باز رہو' مگر اس نے اس کی بات نہ مانی اور آمادہ جنگ ہو گیا۔ (۴۸) کئی روز تک جنگ جاری رہی۔ اسی دوران وجے رائے مسلمانوں کی طاقت کا راز معلوم کرنے کے لیے خفیہ طور پر اپنے ایک معتمد کو ان کے کیمپ کے قریب بھیجا۔ اس وقت یہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت مرعوب ہوا۔ واپس آ کر مسلمانوں کی طاقت اور اتحاد و اتفاق کے بارے میں راجہ سے بیان کیا:

''خدا کی قسم میں نے اس قوم کو ایسا متفق دیکھا ہے کہ وہ جس کام کی طرف رخ کریں گے، ضرور انجام پائے گا'' (۴۹)

راجہ اپنے جاسوس کی بات سن کر مسلمانوں سے خائف اور فرار ہو گیا۔ معصوم بھکری کے مطابق راجہ کے جانے کے بعد 'چینہ' قوم کے لوگ سب کے سب ایک ساتھ محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اقوام 'سندھ' میں 'چینہ' ہی ایک ایسی قوم تھی جس نے مجموعی طور پر اسلام قبول کرنے میں پہل کیا تھا۔ (۵۰)

'سیستان' کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے 'سندھ' کے کس خطہ کی تسخیر کے لیے پیش قدمی کی، اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ معصوم بھکری کے مطابق 'ارور' پر حملہ کیا اور راجہ داہر سے جنگ کی۔ مولوی ذکاء اللہ (۵۱) اور اکبر شاہ نجیب آبادی کے مطابق اسلامی عساکر 'بدھیہ' کے مقام پر اترے۔ (۵۲) قرین قیاس یہی ہے کہ محمد بن قاسم نے 'ارور' کا رخ کیا ہو گا۔ اس وقت یہاں کا حاکم 'کاکا' تھا۔ یہ بڑی فہم و فراست کا حامل آدمی تھا۔ اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا کہ میرے علم میں یہ بات آ گئی ہے کہ یہاں مسلمانوں کا قبضہ ہو گا۔ البتہ ان کو شکست دینے کی میرے نزدیک ترکیب یہ ہے کہ دن کی روشنی کے بجائے رات کے اندھیرے میں ان پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اتفاق سے وہ اندھیرے میں راستہ بھول گیا اور ٹھوکریں کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی ملاقات بنانہ بن حنظلہ سے ہوئی۔ ان سے اس نے سارا ماجرا سنادیا اور پھر محمد بن قاسم کی اطاعت قبول

کرنے کی خواہش ظاہر کی۔حنظلہ 'کاکا' کو اپنے ساتھ لے کر محمد بن قاسم کے پاس آئے۔محمد بن قاسم نے 'کاکا' کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ان کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کر کے اسے امیر ہند کے خطاب سے نوازا۔(۵۳)

اس کے بعد محمد بن قاسم علاقہ 'سیسم' کی طرف بڑھے۔یہاں وجے رائے سے دو دن تک سخت مقابلہ رہا۔آخر میں وجے رائے کو شکست ہوئی اور وہ موت کی گھات اتارا گیا۔(۵۴) اس فتح کے بعد بہت سے لوگوں نے اسلام بھی قبول کیا۔حمید بن ذراع اور عبدالقیس جارودی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا گیا۔محمد بن قاسم 'سیسم' ہی میں تھے کہ حجاج بن یوسف کا خط پہنچا کہ تم یہاں سے آگے نہ بڑھو، بلکہ 'نیرون' لوٹ کر آجاؤ اور وہاں سے 'مہرون' کو عبور کر کے راجہ داہر سے جنگ کرو۔(۵۵)

راجہ داہر سے مقابلہ آرائی:

حجاج بن یوسف کا حکم ملتے ہی محمد بن قاسم اپنی فوج کے ساتھ دریا کو عبور کر کے 'سندھ' کے شہر میں داخل ہو کر راجہ داہر سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھے۔یہاں راجہ 'راسل' اور 'موکا' پسر 'بسایا' سے مقابلہ ہوا۔راجہ 'راسل' فرار ہو گیا،مگر 'موکا' نے خود کو اسلامی فوج کے سپرد کر دیا۔(۵۶) یہاں سے بڑھ کر محمد بن قاسم ایک دوسرے مقام قلعہ 'اشبہاذ' پر مقیم ہوئے اور اپنے ایک سفیر کو 'مولانائے اسلامی' کی نگرانی میں راجہ داہر کے پاس بھیجا، تاکہ اس جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں سے جنگ لڑی جائے۔راجہ داہر نے 'مولانائے اسلامی' کو دیکھا تو اسے سخت سست کہا۔اس کے جواب میں 'مولانائے اسلامی' نے کہا: 'ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور اب میرا مقصد اسلام کے اصولوں کی پاس داری ہے۔(۵۷) بہر حال راجہ داہر نے اپنے وزیر 'سی ساگر' سے مشورہ کیا۔اس نے کہا کہ دشمنوں کو دریا کے اس پار بلا کر جنگ لڑی جائے، تاکہ پیچھے دریا ہو اور سامنے ہماری فوج۔اس وقت علافی بھی یہیں موجود تھا،اس نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو دریا کے اس پار نہ بلایا جائے، بلکہ ہماری فوج اس طرف پہنچ کر جنگ لڑے گی۔ان دو متضاد رایوں کو سن کر راجہ داہر نے کہا کہ تم لوگوں کی کوئی بات مجھے منظور نہیں، فیصلہ تلوار کے زور پر ہوگا۔اس کے بعد مسلمانوں کی فوج حجاج کے تیار کئے ہوئے نقشہ کے مطابق دریا کو عبور کرنے لگی کہ راجہ داہر کی فوج آکر سدراہ بن گئی مسلمان پچاس دنوں تک یہاں رکے رہے۔اس تاخیر سے ان کے خورد ونوش کے غلے ختم اور ان کے گھوڑے بغیر خوراک کے بیمار ہونے لگے۔اس کی خبر راجہ داہر کو ہوئی تو اس نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ یہ قحط تمہارے لیے عذاب الٰہی ہے۔(۵۸)

ادھر محمد بن قاسم نے تمام صورت حال سے حجاج بن یوسف کو آگاہ کیا۔حجاج نے فوراً ایک بھاری فوج، دو ہزار گھوڑے اور خورد ونوش کا سامان مہیا کر کے متعینہ مقام پر بھیج دیا اور سخت تاکید کی کہ جس طرح اور جتنی جلدی ہو سکے دریا کو عبور کرنے میں کامیابی حاصل کرو۔(۵۹) بالآخر مسلمانوں نے کسی طرح دریا کو عبور کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ابتداء میں راجہ داہر کی فوج نے دریا کو عبور کرنے میں مزاحمت کی،مگر بعد میں اس نے راہ فرار اختیار کیا۔

جب راجہ داہر کو مسلمانوں کے دریا عبور کر لینے کی خبر ہوئی تو وہ حیران و پریشان ہو گیا اور علافی سے کہا کہ اب تم

مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔اس نے معذرت کی، البتہ مشیر کار کی حیثیت سے راجہ داہر کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گیا۔(۶۰) قبل اس کے کہ راجہ داہر کا مقابلہ براہ راست مسلمانوں سے ہو، داہر کا بیٹا جے سنگھ 'کھیر ی' جھیل کے سامنے مسلمانوں سے لڑنے لگا۔اس میں وہ مارا گیا۔(۶۱) ادھر'راجہ راسل' جو' بیٹ' کے مقام پر تھا، جہاں اسلامی فوج نے ڈیرا ڈال رکھا تھا، اس نے مجبور ہو کر محمد بن قاسم کے پاس رقعہ لکھا اور خود کو ان کے حوالے کر دیا۔(۶۲) اس نے ان کا ہر طرح سے ساتھ دیتے ہوئے پیش قدمی کرنے کو کہا۔یہاں تک کہ جھیل کو عبور کر کے ایک محفوظ مقام کو مستقر بنایا جو فوجی نقطہ نگاہ سے کار آمد جگہ تھی۔مسلمانوں کی اس پیش رفت کو دیکھ کر راجہ داہر ہراساں و پریشان ہو گیا۔دوبارہ اپنے وزیر' سی ساگر' سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے۔اس پر وزیر نے کہا کہ اب مسلمانوں کی کامیابی یقینی ہے۔(۶۳)

راجہ داہر سے مسلمانوں کا مقابلہ' جے واڑہ' کے مقام پر ہوا۔محمد بن قاسم کے پاس صرف ۱۵ ہزار فوجیں تھیں۔جب کہ دشمن کی فوج ۳۰ ہزار کے قریب پا پیادہ تمام آلات واسلحہ سے لیس اور دس ہزار مسلح زرہ پوش تھی۔(۶۴) ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے ساتھ سیکروں ہاتھی جو مثل پہاڑ کے تھے۔(۶۵) راجہ داہر اپنی طاقت کے نشہ میں چور اور فوج کی کثرت پر مغرور تھا۔دونوں فوجیں کئی دن تک لڑتی رہیں، یہاں تک کہ راجہ داہر مارا گیا۔(۶۶) مسلمانوں کے جوش و جذبہ کو دیکھ کر دشمنوں نے بغیر کسی مزاحمت کے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔اس طرح مسلمانوں کی فوج قلعہ کے اندر داخل ہو گئی۔معصوم بھکری کے مطابق اس مقام پر راجہ داہر سے مسلمانوں کی سات جنگیں ہوئیں۔ابتدائی دو ہلکی و معمولی جب کہ آخری پانچ شدید تھیں۔آخری جنگ میں راجہ داہر مارا گیا۔(۶۷)

'راور' کی فتح:

راجہ داہر کے قتل کے بعد مسلمانوں کو 'سندھ' کے اور دوسرے مقامات وقلعوں پر قبضہ حاصل کرنے میں سخت سے سخت جنگیں لڑنی پڑیں۔کہا جاتا ہے کہ راجہ داہر کی موت کے بعد وہاں لوگوں نے جے سیہ اور اس کی بہن جس کو راجہ نے اپنی بیوی بنا لیا تھا(۶۸) کو سمجھایا کہ یہاں مسلمانوں کا مقابلہ بے سود ہے، سب لوگ بھاگ کر 'برہمن آباد' پہنچیں۔مگر راجہ داہر کی بیوی کسی طرح وہاں جانے کے لئے راضی نہ ہوئی اور جنگ لڑنے پر آمادہ رہی۔اس کے ساتھ ۱۵ ہزار فوج کے علاوہ شکستہ فوج کے بقیہ لوگ بھی تھے۔(۶۹)

محمد بن قاسم کی فوج قلعہ کے قریب پہنچ کر دشمنوں کے ساتھ کشت وخوں میں سرگرم ہو گئی۔تیر اور پتھر دشمنوں پر برسائے گئے اور دیوار توڑنے کے لیے نقب کا استعمال کیا گیا۔مسلسل کئی روز تک جنگ ہوتی رہی۔جب جے سیہ کو اپنی ناکامی پر یقین ہو گیا تو داہر کی بیوی کو تنہا چھوڑ کر یہاں سے وہ فرار ہو گیا۔رانی جو اس وقت فوجوں کو جنگ کے لے بھڑکا رہی تھی، وہ خود کو تنہا دیکھ کر ستی ہونے پر آمادہ ہو گئی۔(۷۰) علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے 'راور' کو بزور فتح کیا۔یہاں داہر کی ایک

بیوی تھی اس نے گرفتاری کے خوف سے اپنے مال ومتاع میں آگ لگادی اوراپنی سہیلیوں اور باندیوں کو لے کر جل گئی۔(۷۱)

'برہمن آباد' پر محمد بن قاسم کی نظر:

مسلمافواج 'راوڑ' کے بعد 'برہمن آباد' کی طرف کوچ کیا۔راستے میں دواہم قلعے 'بہرور' اور 'دہلیلہ' تھے۔یہاں کفار بڑی تعداد میں موجوداور عسکری لحاظ سے مضبوط تھے۔سخت مزاحمت کے بعدان قلعوں پر فتح حاصل کیا۔اس میں کئی ماہ لگ گئے۔(۷۲) 'دہلیلہ' سے محمد بن قاسم نے راعیان ہند کے نام خطوط لکھے اور اسلام قبول نہ کرنے والوں کے لیے اطاعت اور ادائیگی خراج کا مطالبہ کیا۔چنانچہ بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے اور بقیہ لوگوں نے خراج دینے پر رضامندی ظاہر کی۔(۷۳)

وزیر 'سی ساگر' کو جب یہ معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم نے ایک اطلاع عام جاری کیا ہے اوراس میں چند شرطوں کے ساتھ جاں بخشی کا بھی عہد کیا ہے تو وہ کسی طرح 'برہمن آباد' سے نکل کر محمد بن قاسم کے پاس پہنچا۔اپنے ساتھ وہ ان لوگوں کو بھی لے کر آیا جو بہ ذریعہ کشتی اپنے وطن عرب جارہے تھے اور جسے راجہ داہر کے آدمیوں نے پکڑ کر قید کرلیا تھا اور الزام بحری قزاقوں پر ڈال دیا تھا۔جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اسی کی وجہ سے حجاج بن یوسف کو 'سندھ' پر حملہ کرنا پڑا تھا۔وزیر 'سی ساگر' نے ان لوگوں کو اب تک باحفاظت چھپا کر رکھا تھا۔وزیر نے جب ان لوگوں کو محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اوراس کی جاں بخشی کردی اوراسے اپنا وزیر بنالیا۔کچھ دنوں کے بعد یہ اتنا معتمد بن گیا کہ محمد بن قاسم کوئی بھی سیاسی کام اس کے مشورہ کے بغیر نہ کرتے تھے۔(۷۴)

'برہمن آباد' پر مسلمانوں کا ورود:

مسلمانوں کی فوج منزل بہ منزل کوچ کرتی ہوئی جمادی الاولیٰ ۹۴ھ میں برہمن آباد کے قریب پہنچی اوراس کے مشرقی دیوار کے نیچے نہر 'جلوائی' کے کنارے خیمہ زن ہوگئی۔یہاں محمد بن قاسم نے ایک فرمان جاری کیا کہ یا تو سب کے سب مسلمان ہوجائیں یا اطاعت قبول کریں۔(۷۵) کہا جاتا ہے کہ اس قلعہ کے اندر ۴۰ہزار فوجی تھے اور جے سیہ ہر قسم کا فوجی انتظام کر چکا تھا۔مگر جب جے سیہ کو یہ معلوم ہوا کہ وزیر 'سی ساگر' محمد بن قاسم سے مل گیا ہے تو وہ بہت گھبرایا اوراپنے ۱۶ ہزار معتمد آدمیوں کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کردیا،تھوڑی فوج کو اپنے ساتھ لیا اور یہاں سے نکل کر علاقہ 'بامیان' میں چلا گیا۔تا کہ مزید تیاری کرے اور کثیر فوج کے ساتھ دوبارہ یہاں آئے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔

جے سیہ کے فرار ہونے کے بعد بھی دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا۔قلعہ والے ایک خاص طریقہ جنگ کے مطابق ڈھول تاشے بجاتے ہوئے آتے اور شام تک لڑ بھڑ کر قلعہ بند ہوجاتے۔یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا، یہاں تک کہ چند دنوں بعد جے سیہ ایک بھاری فوج کو لے کر یہاں آگیا۔محاصرہ کی وجہ سے نہ تو وہ قلعہ کے اندر جاسکا اور نہ ہی اپنی امداد قلعہ والوں کو بھیج سکا۔البتہ اس نے مسلمانوں کے سامان رسد کے آنے کے راستہ کو ضرور بند کردیا۔اس سے مسلمانوں میں بڑی بے چینی

پیدا ہوگئی۔ محمد بن قاسم نے 'موکا بن بسایا' کے مشورہ سے پہلے 'جے سیہ' پر قابو پانے کے لیے بنانہ بن حنظلہ کلابی، عطیہ ثعلبی، صارم بن ابو صارم ہمدانی اور عبدالملک جیسے نامور جرنل کو فوج دیکر بھیجا اور اس پر 'موکا' اور حزیم بن عمر کو افسر بنایا۔ اس وقت تک علافی راجہ جے سیہ کے ساتھ ہی تھا۔ ان کے آنے کی خبر جب راجہ کو ملی تو وہ بھاگ کر 'جے پور' کے حدود میں چلا گیا، مگر علافی جانے کو تیار نہ ہوا۔ (۷۶) دوسری روایت کے مطابق جب اسلامی لشکر نے جے سیہ پر حملہ کیا تو وہ گھبرا کر بھاگا، جس میں دونوں الگ ہوگیا۔ بعد میں وہ پھر لوٹ کر آیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سندھ میں بدنظمی پھیل گئی تھی۔ (۷۷) جنگ برابر جاری رہی جس کے نتیجے میں قلعہ والوں میں بھی خورد ونوش کی قلت ہوگئی۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے محمد بن قاسم دروازہ کھولنے کا وعدہ اس شرط پر کیا کہ ہمیں امن دیا جائے۔ یہ درخواست فوج اور سردار کی طرف سے نہیں تھی۔ لہٰذا محمد بن قاسم نے ان کو اطلاع دی کہ ہم ان لوگوں کو امان دیتے ہیں جو ہتھیار بند نہ ہوں اور جو مسلح نظر نہ آئیں۔ قلعہ والوں نے موقع پا کر دروازہ کھول دیا۔ مسلمان شہر میں داخل ہوئے اور دشمن کی فوج دوسرے راستہ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ (۷۸) یہیں راجہ داہر کی دوسری بیوی 'رانی لادی' تھی۔ جے سیہ کے فرار ہونے کے بعد یہ اپنی بقیہ فوج کو لے کر جوش انتقام میں لڑتی رہی۔ بعد میں یہ بھی گرفتار کر لی گئی۔ (۷۹)

'ارور' پر مسلمانوں کا قبضہ:

۳ محرم ۹۵ھ کو محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے حکم کے مطابق 'ارور' کی تسخیر کے لیے نکلے۔ راستے میں ایک دو مقام پر ٹھہرنا بھی پڑا۔ مقامی باشندے خود بخود محمد بن قاسم کے پاس آتے اور امن طلب کرتے یا مسلمان ہو جاتے تھے۔ ان مقامات پر محمد بن قاسم اپنے آدمی کو مقرر کرتے ہوئے 'ارور' کے قریب پہنچے۔ اس وقت یہاں کا راجہ داہر کا بیٹا 'گوپی' (فیوفی) تھا۔ اس نے لوگوں کو اب تک راجہ داہر کے مرنے کی خبر کو راز میں رکھا گیا تھا۔ مشہور یہی تھا کہ راجہ کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے اور جنگی تیاری میں مصروف ہے۔ ادھر مسلمان قلعہ کے باہر خیمہ زن ہوگئے اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں نے یہاں ایک مسجد کی تعمیر بھی کر لی۔ (۸۰) بادل نخواستہ یہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہوگئے اور فصیل پر چڑھ کر مسلمانوں کو راجہ داہر کی آمد کے حوالے سے دھمکی دیتے ہوئے جنگ شروع کر دی۔ محمد بن قاسم نے ان لوگوں کے یقین کے لیے کہ راجہ داہر مارا جاچکا ہے، اس کی بیوی 'رانی لادی' کو بھیجا۔ (یہ اس وقت تک محمد بن قاسم کی فوج کے ساتھ تھی) لوگوں نے رانی کی بات کو نہ مانا اور اسے طعن وتشنیع کر کے بھگا دیا۔ (۸۱) مگر ایک جوگن جو وہاں رہتی تھی اور جادو کے ذریعہ مخفی راز کا افشاں کرتی تھی، کے بتانے پر اب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ راجہ داہر مارا جاچکا ہے۔ (۸۲) اس کے بعد سب لوگ محمدؐ بن قاسم سے امن کے طالب ہوئے۔ گوپی کو جب معلوم ہوا کہ راجہ داہر کے مرنے کی خبر پر سب لوگوں کو یقین ہوگیا ہے تو وہ بھی یہاں سے بھاگ گیا۔ (۸۳) اس طرح یہاں بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

ایفائے عہد کا شاندار مظاہرہ:

یہاں کے باغیوں میں سے کسی ایک کو گرفتار کر کے محمد بن قاسم کے پاس لایا گیا، جو واجب القتل تھا۔اس نے کہا کہ اگر میری جاں بخشی کی تحریری ضمانت دی جائے تو میں ایک عجیب وغریب واقعہ بیان کروں گا۔محمد بن قاسم نے یہ سوچ کر کہ شاید وہ جنگ سے متعلق کسی خفیہ راز کا انکشاف کرے گا، اسے ضمانتی تحریر دے دی۔اسے حاصل کرتے ہی وہ اپنے مونچھ پر تاؤ دیتے ہوئے ناچنے کودنے لگا اور کہنے لگا:'دیکھو یہ کیسی بات ہے جس کو کسی نے نہ دیکھا ہوگا'۔لوگوں نے اس کی اس بے ہودہ حرکت پر اس کا قتل کرنا چاہا۔مگر محمد بن قاسم نے روک دیا۔اس بات کی اطلاع حجاج کو دی گئی۔وہاں سے جواب آیا کہ اس کی جاں بخشی کردی جائے، کیوں کہ مسلمانوں کی یہ شان نہیں کہ وہ وعدہ خلافی کریں۔(۸۴)

محمد بن قاسم کی آخری منزل 'ملتان' کی فتح:

محمد بن قاسم 'اروڑ' سے کوچ کر کے 'ملتان' کا رخ کیا۔راستے میں کئی قلعے تھے۔اس میں پہلا قلعہ 'بابیہ' (بامیہ) تھا۔یہاں کا حاکم راجہ داہر کا چچازاد بھائی 'کسکا' تھا۔یہ راجہ داہر کے ساتھ مذکورہ جنگ میں شریک تھا۔مگر داہر کے قتل کے بعد بھاگ کر یہاں چلا آیا اور قلعہ 'بابیہ' پر قابض ہوگیا تھا۔مسلمانوں کے آنے کی خبر سن کر اس نے جنگ کرنے سے ہمت ہار دی اور اپنے امیروں کے معرفت نذرانے بھیج کر محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کرلی۔محمد بن قاسم نے اسے 'مبارک مشیر' کا خطاب دیا۔یہ ایک بڑا فلسفی اور صاحب علم آدمی تھا۔(۸۵)

محمد بن قاسم نے 'کسکا' کو اپنے ساتھ لیا اور دریائے 'بیاس' کو پار کر کے قلعہ 'اسکلندہ' پر اترے۔یہاں کا راجہ 'ملتان' کے ناظم کا بھتیجا تھا، جو راجہ داہر کی موت کے بعد خودمختار ہوگیا تھا۔مسلمانوں کی فوج زائدہ بن عمیر الطائی اور کسکا کی قیادت میں آگے بڑھی۔لڑائی زبردست ہوئی اور سات روز تک جاری رہی۔راجہ 'سنگھ رائے' فرار ہو کر 'سکہ' کے قلعہ میں چلا گیا۔اہل شہر کو معلوم ہوا کہ راجہ بھاگ گیا ہے، تو سب نے ہمت ہار دی اور اطاعت قبول کرلی۔محمد بن قاسم نے یہاں کا انتظام عتبہ بن سلمیٰ تمیمی کے سپرد کیا اور خود اپنی فوج کو لے کر آگے بڑھ گئے۔

'ملتان' کے قریب ایک اور پرانہ قلعہ 'سکہ' تھا۔یہاں کا حاکم 'بجرا' (وجے رائے) کا نواسہ تھا۔سلطنت داہر کے زوال کا اثر اس پر بہت زیادہ تھا۔وہ جذبات سے سرشار ہو کر مسلمانوں سے لڑنے لگا۔شام تک لڑائی جاری رہی۔مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔یہاں تک کہ سترہ دن تک لڑائی ہوتی رہی۔اس جنگ میں مسلمانوں کے بہت سے سپاہی اور افسر شہید ہوئے۔(۸۶) دشمن بھی بڑی تعداد میں مارے گئے۔بالآخر وہ خود کو کم زور پاکر راتوں رات شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔(۸۷)

محمد بن قاسم کا آخری حملہ 'ملتان' پر ہوا۔یہ شہر اپنی قدامت اور خزینہ ودفینہ کی وجہ سے مشہور ومعروف تھا۔چوں کہ محمد بن قاسم کو ملک کی تسخیر کے ساتھ علاقہ 'سندھ' سے اتنی دولت بھی حاصل کرنی تھی جس کی واپسی کا وعدہ مرکز سے حجاج بن

یوسف نے کیا تھا۔ غالباً یہاں جو دفینہ تھا اس کو حاصل کر لینے کے بعد مرکز کو وہ تمام رقم بہ آسانی لوٹائی جا سکتی تھی جتنی رقم اس مہم میں خرچ ہوئی تھی ۔ ملتان والوں کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم یہاں حملہ کرنے کے لئے دریائے 'راوی' (موجودہ چناب) کو عبور کر کے سرحد میں داخل ہو چکے ہیں تو وہ لوگ بغیر کسی تاخیر اور تذبذب کے اپنے راجہ کی قیادت میں جنگ کے لیے کود پڑے۔ ابتدا میں زبردست مقابلہ ہوا اور قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا کر منتشر ہو جاتے، ہمت سے کام لیا اور ترکی بہ ترکی جواب دیتے رہے۔ شام تک جنگ جاری رہی۔ اس معرکہ میں زائدہ بن عمیرہ الثائی شہید ہو گئے۔ (۸۸) ان کی شہادت سے مسلمانوں کا جوش انتقام افزوں ہو گیا اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ یہ لوگ زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکے اور قلعہ بند ہو کر تیر کے ذریعہ مقابلہ کرتے رہے۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ بیس دن تک کئے رکھا۔ اس کے باوجود وہ قلعہ والے باہر نہ نکلے۔

یہاں کے راجہ 'گورسنگھ' نے جب دیکھا کہ فوج لڑتے لڑتے پریشان اور تھک چکی ہے اور کہیں سے کمک نہیں آ رہا ہے، تو وہ امدادی طلب کے لیے راتوں رات 'کشمیر' کے راجہ کے پاس چلا گیا۔ (۸۹) اس کے باوجود 'ملتان' والے لڑتے رہے اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ مسلمانوں کی فوج اس سے قبل چھ ماہ تک محاصرہ کرنے کا تجربہ رکھتی تھی، مگر یہاں کچھ ہی دنوں میں پریشان ہو گئی۔ (۹۰) اتفاق سے قلعہ والوں میں سے ایک شخص نکلا جس کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور اس سے قلعہ کا حال دریافت کیا۔ اس نے قلعہ والوں کی کمزوری کا راز بتا دیا۔ (۹۱) مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر قلعہ کی دیوار کو توڑ دیا اور قلعہ میں بند لوگوں پر حملہ شروع کر دیا۔ وہ مجبور ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ مسلمان فاتحانہ شان سے قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ یہاں کے انتظامی امور کی دیکھ بھال کے لیے عکرمہ بن ریحان شامی کو مقرر کیا گیا اور حاکم داؤد نصر بن ولید عمانی بنائے گئے۔ (۹۲)

حجاج کے منصوبہ کی تکمیل:

ملتان میں محمد بن قاسم کے ہاتھ سونا چاندی اور جواہرات کی کثیر مقدار آئی۔ یہاں ایک بت خانہ میں دس گز سے آٹھ گز کا ایک حجرہ تھا۔ اس میں بت کے چڑھاوے جمع کیے جاتے تھے۔ حجرہ چاروں طرف سے بند تھا۔ چھت میں ایک بڑا سا روزن تھا، اس کے ذریعہ چڑھاوے اس میں جمع کیے جاتے تھے۔ اسی حجرہ کی وجہ سے ملتان کو "فرج بیت الذہب" کہا جاتا تھا۔ (۹۳) سید ابوظفر ندویؒ لکھتے ہیں:

"اس خزانہ کی اس عہد میں بڑی دھوم مچی اور لوگ ملتان کو فرج بیت الذہب کہنے لگے جس کے معنی شہر کے سرحد کے ہیں۔ کیوں کہ محمد بن قاسم جو حجاج بن یوسف کے بھائی کا لڑکا تھا نے ایک مکان میں چالیس بھارہ سونا پایا اور بھار ۳۳۱ من کا ہوتا ہے اس کے حساب سے کل بھارہ میں ۱۳۲۴۰ من سونا ہوا جس کے ۲۳۹۷۰۰۰ مثقال اور ۳۵۹۶۴۰۰۰ درہم ہوئے۔" (۹۴)

محمد بن قاسم یہیں تھے کہ ان کے پاس حجاج بن یوسف کی طرف سے ایک خط آیا۔ اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا

ذکراور مطالبہ تھا:

''اے چچا کے لڑکے تمہیں یاد ہوگا کہ تمہاری روانگی سے پہلے میں نے خلیفہ سے عہد کیا تھا کہ بیت المال سے جس قدر روپیہ اس مہم میں خرچ کیا جائے گا اس کی دونی رقم جمع کردی جائے گی۔اس عہد کا پورا کرنا ہم پر فرض ہے۔اپنی فتوحات کا دائرہ ہمیشہ وسیع کرتے رہو،اشاعت اسلام کا خاص خیال رکھو،جو بڑا قدیم شہر ہو وہاں مسلمانوں کے لیے مسجد ضرور تعمیر کرو۔''(۹۵)

محمد بن قاسم نے جن شہروں اور قلعوں پر فتح پائی اور وہاں سے جو مال غنیمت حاصل کیا اس کا خمس برابر حجاج بن یوسف کی خدمت میں بھیجتے رہے۔لیکن تسخیر'سندھ' کی مہم پر جو صرفہ آرہا تھا،اس سے بہت کم یہ رقم تھی۔اگر ملتان کا خزانہ حاصل نہ ہوتا تو یہ لاگت برآمد نہ ہوتی۔ادھر محمد بن قاسم کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ کس طرح حجاج بن یوسف کی خواہش کی تکمیل کرے۔فتح تو یقیناً'ملتان' پر حاصل ہوگئی تھی،مگر اب تک وہ خزانہ انہیں حاصل نہیں ہوا تھا،جس کی شہرت دنیا بھر میں تھی اور جس پر محمد بن قاسم کی نظر بھی ٹکی ہوئی تھی۔اچانک ایک برہمن نے آکر اس دفینہ کی نشان دہی کردی۔خزانہ ملتے ہی محمد بن قاسم نے اسے دارالخلافہ روانہ کردیا۔اس کو کھولا گیا تو بڑی مقدار میں سونا چاندی اور پیسہ برآمد ہوا،جو مذکورہ خرچ سے کہیں زیادہ تھا۔اسے دیکھ کر حجاج بن یوسف نے کہا:

''ہم نے اپنا غصہ ٹھنڈا کیا اور اپنا خون بہالیا اور مزید ساٹھ لاکھ رقم اور راجہ داہر کا سر نفع میں پایا۔''(۹۶)

محمد بن قاسم کی کامیابی کے وجوہ:

مختصر مدت میں محمد بن قاسم کو'سندھ'و'ہند' میں جو کامیابی ملی وہ یقیناً حیرت انگیز ہے۔کس طرح انہوں نے اس سرکش اور طاقتور علاقے پر قابو پایا اور یہاں کے لوگوں کو اپنا مطیع وفرماں بردار بنایا۔جس کے نتیجے میں قبول اسلام کا واقعہ بھی بکثرت پیش آیا۔محمد بن قاسم جہاں بھی گئے،وہاں کے لوگوں کے سامنے تین شرطیں رکھیں:

۱۔اسلام قبول کرلو اور مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوجاؤ۔

۲۔جزیہ ادا کرکے مطیع وفرماں بردار ہوجاؤ۔ ۳۔نہیں تو جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ۔

چوں کہ یہاں تین قسم کے لوگ تھے۔اعلیٰ،متوسط اور ادنیٰ۔موخرالذکر طبقہ کی تعداد زیادہ تھی۔ان کے سامنے مذکورہ باتیں پیش کرتے۔ جو ادنیٰ طبقہ سے تعلق رکھتے وہ چاہتے تھے کہ اسلام قبول کرلیں،کیوں کہ یہ پہلے سے ہی اپنے معاشرہ میں ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔مگر چوں کہ وہ مخلوط سماج ومعاشرہ میں رہتے تھے،اس لیے اعلیٰ طبقے کے لوگوں سے لڑنا ان کے لئے آسان بھی نہ تھا۔متوسط طبقہ بالعموم یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے آبائی مذہب پر برقرار رہے۔البتہ وہ خراج دے کر مطیع وفرماں بردار ہوجاتے تھے۔طبقہ اعلیٰ وہ تھا جو اپنے غرور کی وجہ سے مسلمانوں کی ہر پیشکش کو ٹھکرادیتا اور ہر جگہ

لڑائی کے لیے آمادہ رہتا تھا۔ تاہم ان میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو حلقہ اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی رواداری اور فراخ دلی کے برتاؤ کو دیکھ کر متاثر ہوتے اور آخر میں اسلام قبول کر لیتے۔ البتہ جن لوگوں نے سرکشی و بغاوت اختیار کی وہ مارے گئے یا پھر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ محمد بن قاسم کے مہم 'سندھ' پر تبصرہ کرتے ہوئے سید صباح الدین عبدالرحمن لکھتے ہیں:

''یہ مہم اس لحاظ سے بڑی تاریخی کہی جا سکتی ہے کہ لشکر کشی کے باوجود اس میں مذہبی رواداری اور فراخ دلی کا وہی نمونہ پیش کیا گیا جو اسلام کی صحیح تعلیم تھی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی فوج سندھ میں پھول برساتی ہوئی داخل ہوئی، اس کی فوج کے نیزوں سے کسی کو کاری زخم نہیں لگا، اس کی تلواروں نے خون نہیں بہایا، اس کے آتشیں اسلحہ سے بربادی اور اس کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے غارت گری نہیں ہوئی، لڑائی بہر حال ہول ناک اور خوں ریز ہوا کرتی ہے، یہاں دیکھنا یہ ہے کہ خوں ریز اور ہول ناک لڑائیوں کے بعد ان عرب فاتحوں کا سلوک مفتوحوں کے ساتھ کیا رہا۔'' (۹۷)

عفوو درگزر اور رواداری کا شان دار مظاہرہ:

بعض متعصب مورخوں نے محمد بن قاسم کو جابر اور متعصب حکم راں قرار دیا ہے۔ حالاں کہ انہوں نے عفوو درگزر اور رحم دلی کی جو مثال قائم کی ہے وہ تاریخ کے کسی فاتح کی زندگی میں تلاش بسیار کے باوجود بھی نہیں مل سکتی۔ ذکر کیا جا چکا ہے کہ 'نیزون' کی فتح پر وہاں کے باغیوں کو صرف اس وجہ سے بخش دیا گیا کہ انہوں نے امان نامہ دکھا دیا۔ جنگ داہر کے وقت کچھ لوگ گرفتار کیے گئے، ان کے چہرے سے خوف ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ لوگ قابل گردن زدنی تھے، مگر انہیں رہا کر دیا گیا۔ برہمن آباد کی فتح پر عفوو درگزر اور رحم دلی کے جو واقعات پیش آئے وہ سونے کے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ جب 'دیبل' کی فتح ہوگئی اور وہاں کے اعیان و اشراف کو پکڑ کر محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا تو محمد بن قاسم نے سب کو معاف کر دیا اور ان کو اختیار دیا کہ چاہے تو وہ اسلام قبول کریں یا اپنے آبائی مذہب پر برقرار رہیں، البتہ جزیہ ادا کریں، جو بہت خفیف رقم تھی۔ اسلام لانے والوں میں 'دیبل' کے جیل خانہ کا محافظ بھی تھا۔ یہ سزا کا مستحق تھا۔ محمد بن قاسم نے اسے بخش دیا۔ وہ محمد بن قاسم کے اعزاز و اکرام کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اسے 'دیبل' کا حاکم بنا دیا اور 'مولانائے اسلامی' کا خطاب دیا اور ان کی ماتحتی میں حمید بن ذراع کو یہاں کا پولیس افسر مقرر کیا۔ (۹۸) یہی نہیں بلکہ محمد بن قاسم کے عفوو درگزر کے عام اعلان کو سن کر برہمن آباد کے پجاری ٹولی بنا کر آتے اور محمد بن قاسم سے کہتے کہ یہی منادر ہمارے لئے گزر اوقات کا ذریعہ ہیں۔ یہاں جو چڑھاوا آتا ہے، اس سے ہم لوگوں کا گزر بسر ہوتا ہے۔ جب سے مسلمان یہاں آئے ہیں، لوگ مندر میں نہیں آتے اور چڑھاوا بند ہو گیا ہے۔ محمد بن قاسم نے ان کو تسلی دی۔ چوں کہ بت پرستی کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ اس لیے محمد بن قاسم

نے فی الوقت کوئی فیصلہ نہ لیا اور حجاج بن یوسف کے پاس خط لکھ کر شرعی نقطہ نظر کی وضاحت طلب کی۔ وہاں سے اجازت ملنے کے بعد 'برہمن آباد' کے معزز لوگوں اور پجاریوں کو بلا کر اطلاع دی کہ تم لوگ مندر میں بلا خوف وتردد جا سکتے ہو اور اپنے آبائی رسم کے مطابق عبادت کر سکتے ہو۔ کسی کو اس کام سے روکا نہ جائے گا۔ اس فرمان کے ملتے ہی مندر آباد ہو گئے اور نذر ونیاز چڑھنے لگے۔ بلکہ مندروں سے متعلق محمد بن قاسم نے یہ بھی کہا کہ ان کے مندر ایسے ہی ہیں جیسے شام اور عراق کے یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور مجوسیوں کے آتش کدے۔ ان کو اجازت ہے کہ جس طرح چاہیں عبادت کریں۔ (۹۹) یہ شہادت بھی ملتی ہے کہ بعض خستہ مندوروں کی محمد بن قاسم نے مرمت بھی کروائی اور ان کو آباد رکھنے کے لئے اوقاف دیئے۔

'لوہانہ' اور 'سمہ' قوم کے لوگ بھی بھیس بدل کر مفلسی ظاہر کرتے ہوئے محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر محمد بن قاسم حیران ہو گئے۔ وزیر 'سی ساگر' اور 'موکا' سے ان کی مفلسی کی وجہ دریافت کی۔ بتایا گیا کہ یہ لوگ اجڈ اور وحشی ہیں۔ ان کے ساتھ ذرا نرمی کی جائے تو بغاوت پر اتر آتے ہیں اور لوٹ مار کی فضا گرم کر دیتے ہیں، اس لیے راجہ داہر نے سزا کے طور پر ان کے لیے یہ قوانین نافذ کیے تھے:

۱۔ نرم کپڑے استعمال نہ کریں۔
۲۔ مخمل کی ٹوپی اور جوتا پہننا ممنوع ہے، بلکہ ننگے پاؤں اور ننگے سر ہو کر نکلا کریں۔
۳۔ موٹے کپڑے کی ایک چادر کندھے پر ڈالا کریں اور کمبل کا کرتا اور ازار استعمال کریں۔
۴۔ جب گھر سے باہر نکلا کریں تو ایک کتا ساتھ رکھا کریں۔
۵۔ خلاف ورزی پر ان سے جرمانہ وصول کیا جائے۔
۶۔ ان کے سردار بھی زین کس کر نہ سوار ہوں بلکہ ایک کمبل کس لیا کریں
۷۔ رہبری کی جب ضرورت پڑے تو ان کا فرض ہے کہ راہبر مہیا کریں۔
۸۔ راستوں کی محافظت بھی انہیں سے متعلق تھی، کوئی حادثہ پیش آئے تو اس کے لیے وہ جواب دہ ہیں اور قصور ثابت ہو جانے پر وہ مع اہل وعیال کے آگ میں جلا دیئے جائیں۔
۹۔ ان کی بے کاری، افلاس دور کرنے اور لوٹ مار سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ شاہی مطبخ کے لیے لکڑیاں جنگل سے کاٹ کر مہیا کریں۔ (۱۰۰)

تفصیلات سننے کے بعد محمد بن قاسم نے بھی بہ تقاضائے سیاسی مصلحت انہیں سابقہ حالت پر ہی رہنے دیا۔ خدشہ اب بھی برقرار تھا کہ اگر ان کے ساتھ رعایت کی گئی تو یہ لوگ ملک میں بدنظمی پھیلا سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محمد بن قاسم نے ان کو یہاں پہلی مرتبہ دیکھا تھا اور ان سے متعلق معلومات حاصل ہوئی تھیں، اس لئے وقتی طور پر ان کو سابقہ حالت پر ہی

چھوڑ دیا۔

محمد بن قاسم 'برہمن آباد' سے روانہ ہوئے تو وہاں کے 'سانی' باشندوں کے علاوہ ان کے سرداروں اور تاجروں نے بھی اطاعت قبول کی۔ محمد بن قاسم نے انہی کے فرقہ کے ایک آدمی کو ان کا سردار مقرر کر دیا۔ اس کی خبر حجاج بن یوسف کو دی گئی تو انہوں نے لکھا: جو اطاعت قبول کریں تو ان کے حلقہ میں صفائی کا پانی جاری کر دو، ان کو امان دو، ان کے صناعوں اور تاجروں پر زیادہ بار نہ ڈالو اور جو زراعت اور عمارت میں تندہی سے کام کرتے ہوں ان کی مالی مدد کر کے ان سے خاطر تواضع سے پیش آؤ، جو لوگ اسلام لے آئیں ان سے زمین کی پیداوار کا 'دسواں حصہ' یعنی 'عشر' لو اور جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ البتہ قدیم دستور کے مطابق وہ اپنی صنعت و زراعت میں سے اتنا ہی مال ادا کریں جتنا پہلے سے دیتے آئے ہیں۔ (۱۰۱)

محمد بن قاسم پر ایک بڑا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ہندوؤں پر جزیہ نافذ کر کے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ حالاں کہ ہندو اس سے پہلے بھی اپنے حاکموں کو مختلف نوعیت سے سال بھر میں اس سے زیادہ رقم دے دیتے تھے، بلکہ یہ رقم زبردستی ان سے وصول کی جاتی تھی۔ زمانہ قدیم سے ہی یہ رسم رائج تھی اور اسلامی جزیہ سے کہیں زیادہ تھا۔ جزیہ کی قدامت پر روشنی ڈالتے ہوئے 'جرجی زیدان' نے لکھا ہے:

''جزیہ کچھ اسلام کے محدثات (اپنی پیدا کی ہوئی باتوں) میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ تمدن قدیم زمانہ سے رائج چلا آرہا ہے اتھینز کے رہنے والے یونانیوں نے پانچویں صدی قبل مسیح میں سواحل ایشیائے کوچک کے رہنے والوں پر جزیہ مقرر کیا تھا اور انہوں نے اس جزیہ کا تقرر اس ذمہ داری کے مقابلہ میں کیا تھا جو انہوں نے ان مقامات کے باشندوں کو فینیقیہ کے حملوں سے محفوظ رکھنے کی بابت اٹھائی تھی اور فینیقیہ اس زمانہ میں فارس کا مقبوضہ ملک تھا ان سواحل کے باشندوں کو اپنی جانوں کی حفاظت کے مقابلہ میں مال کا دینا آسان معلوم ہوا اور انہوں نے اسے خوشی کے ساتھ منظور کر لیا تھا۔ رومانی لوگوں نے جن قوموں کو زیر کر کے اپنا تابع و فرماں بردار بنایا ان پر مسلمانوں کی اس مقدار جزیہ سے جس کو فاتحین اسلام نے اس زمانہ کے بہت عرصہ بعد مقرر کیا تھا اس سے کہیں زیادہ اور کئی حصہ بڑھ کر انہوں جزیہ مقرر کر دیا تھا، کیوں کہ رومانی لوگوں نے جس زمانہ میں گال (فرانس) کا ملک فتح کیا ہے تو انہوں نے وہاں کے ہر ایک باشندہ پر جزیہ مقرر کیا تھا جس کی تعداد نو سے پندرہ گنی سالانہ تک کے مابین ہوئی تھی، یا یوں کہنا چاہیے کہ مسلمانوں کے مقرر کردہ جزیہ سے سات گنی تھی۔'' (۱۰۲)

محمد بن قاسم نے ایک ضابطہ کے تحت غیر مسلموں کی حفاظت اور ان کی راحت رسانی کے لئے خرچ ہونے والی رقم کو منظم طریقے سے وصول کیا تو یہ لوگوں کے لیے ایک امر دشوار گزرا اور عجوبہ قرار پایا۔ جب کہ غیر مسلموں نے اپنے مطیع

وفرماں بردار سے ٹیکس کے نام سے جو سالانہ رقم فی کس وصول کیا وہ مالداروں سے ۴۸ درہم متوسط طبقہ والوں سے ۲۴ درہم اور کم حیثیت لوگوں سے ۱۲ درہم تھی۔(۱۰۳) اس پر کسی نے آج تک کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اہم بات یہ ہے کہ اس ٹیکس کو وصول کرنے والے عامل زیادہ تر برہمن طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں ہدایت دی جاتی کہ مال گزاری وصول کرتے وقت سختی کے بجائے نرمی اختیار کریں اور ان کی طاقت سے زیادہ محصول، لگان/ جزیہ وصول نہ کریں۔ جب کہ مسلمانوں کو عائد کردہ جزیہ سے کہیں زیادہ رقم 'زکوٰۃ' اور 'صدقہ' کے علاوہ زمینی پیداوار سے 'عشر' ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس کی مقدار 'ڈھائی فی صدی' اور بعض وقت 'ساڑھے بارہ فی صد' تک ہوتی تھی۔ محمد بن قاسم نے جو جزیہ نافذ کیا، اس کی تحسین وتعریف بہت سے غیر جانب دار غیر مسلم مورخوں نے بھی کی ہے۔ ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

''مسلمان فاتحوں نے مفتوحوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، انہوں نے مال گزاری کے پرانے بندوبست کو اور پرانے عہدہ داروں کو بدستور قائم رکھا، ہندو پنڈتوں اور پجاریوں کو اپنے اپنے مندروں میں پرستش کرنے کی پوری آزادی دے دی، جزیہ بہت ہی کم رکھا اور اس کی مقدار افراد کی ذاتی آمدنی کے لحاظ سے مقرر کی، کاشت کاروں کو اجازت دے دی کہ وہ پجاریوں کو اور مندروں کو حسب دستور ان کا حق دیتے رہیں۔''(۱۰۴)

محمد بن قاسم کی معزولی اور ان کی موت:

۹۵ھ میں محمد بن قاسم ملتان ہی میں تھے کہ انہیں حجاج بن یوسف کے انتقال کی خبر ملی۔ انہوں نے مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنا دیا تھا اور یزید بن کبشہ کو افواج کوفہ وبصرہ اور یزید بن مسلم کو صیغہ مال پر مقرر کر دیا تھا۔ یہ خبر ملتے ہی محمد بن قاسم 'ملتان' سے آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے لوٹ آئے اور 'ارور' 'بغرور' میں مقیم ہوگئے۔ یہیں سے ہندوستان کے ساحلی علاقوں کی تسخیر کے لیے اپنے لشکر روانہ کیے۔ 'بھیلمان'، 'سورٹھ' اور 'کیرج' کے علاقے میں کامیابی حاصل کی اور یہاں کے لوگوں کو مطیع بنایا۔

اسی عرصہ (۹۶ھ) میں خلیفہ ولید کا انتقال ہوگیا۔ ان کی جگہ سلیمان بن عبدالملک (۹۶-۹۹ھ/ ۷۱۷-۷۱۹ء خ) خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کے مقرر کردہ عراقی امرا کو معزول کر کے یزید بن ابی کبشہ سکسکی اور یزید بن مہلب بن ابوصفرہ کو یکے بعد دیگرے یہاں کا حاکم نامزد کیا۔ ساتھ ہی صالح بن عبدالرحمٰن تمیمی کو خراج کی وصولی پر مقرر کیا۔(۱۰۵) موخرالذکر دونوں کو حجاج کے خاندان سے پرانی عداوت چلی آ رہی تھی۔ موقع ملتے ہی ان لوگوں نے آل ابی عقیل سے انتقام لینا چاہا۔ ادھر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے بھی آل ابی عقیل سے بدلہ لینے کی انہیں شہ دی۔ صالح بن عبدالرحمٰن نے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو 'سندھ' کی ولایت پر مامور کیا۔ اس وقت محمد بن قاسم ہندوستان کے ساحلی علاقہ 'گجرات' میں مصروف جہاد تھے۔(۱۰۶) یزید بن ابی کبشہ نے آتے ہی محمد بن قاسم کی گرفتاری کا حکم دیا اور انہیں گرفتار کر کے یزید بن مہلب کے بھائی

معاویہ بن مہلب کی نگرانی میں 'عراق' روانہ کر دیا۔ صالح نے انہیں 'واسط' کے جیل میں قید کر دیا اور طرح طرح کی اذیت ناک سزا دے کر انہیں مار دیا۔ (۱۰۷)

حقیقت یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی شرافت نے اپنی موت کو گلے لگالیا۔ وہ چاہتے تو سلیمان کے حکام کو 'سندھ' میں داخل نہ ہونے دیتے اور شاید کوئی ان کو کم زور بھی نہ کر پاتا، کیوں کہ انہوں نے نہ صرف 'سندھ' کی تسخیر کی تھی، بلکہ یہاں کے باشندوں کے دلوں کو بھی فتح کیا تھا اور ان کے اندر اپنی جگہ بنائی تھی۔ انہوں نے خود اپنے بعض اشعار میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''انہوں نے (خلیفہ نے) مجھ کو گنوا دیا اور ایک ایسے شخص کو ضائع کیا جو لڑائی کے دن اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے کارآمد تھا۔ اگر چہ میں واسط اور اس کے زمین پر لوہے کی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے ساتھ مقیم ہوں۔ لیکن بہت سے شہسواروں کو میں نے مرعوب کر دیا تھا اور بہت سے لوگوں کو مقتول چھوڑ دیتا۔ اگر میں جنگ کے لیے تیار ہو جاتا تو بہت سے مرد اور عورتیں جو لڑائی کے لیے تیار کی گئی تھیں روند ڈالی جاتیں۔ اور سکا سک کی فوج ہماری زمین میں داخل نہ ہوتی، اور نہ کوئی بنوعک کا ہم پر سردار ہوتا۔ اور نہ میں غلام مزنی کا تابع ہوتا، بس اے زمانہ تیرے لیے ہلاکت ہو، تو شریفوں سے بھی خیانت کرتا ہے۔'' (۱۰۸)

سندھ والوں کو جب ان کے مرنے کی اطلاع ملی تو وہ برسوں آنسوں بہاتے رہے اور ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے ان کا مجسمہ بنالیا۔ (۱۰۹) کئی شاعروں نے ان کی مظلومانہ موت پر آنسو بہائے اور مرثیے لکھے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ عربوں نے اپنی ذاتی عناد کی بنا پر ایک بہادر، دلیر اور اسلام کے ایک نوجوان صالح کو ضائع کر دیا۔ اگر وہ کچھ دن اور زندہ رہتے تو تاریخ اسلامی کے اوراق ان کے کارناموں سے مزید روشن ہوتے۔

محمد بن قاسم کے بعد 'سندھ' کی حالت:

محمد بن قاسم کے بعد جو امرا 'سندھ' میں آئے گو کہ ان کا زمانہ محمد بن قاسم کی مدت سے بہت طویل رہا، مگر جو کامیابی محمد بن قاسم کو مختصر مدت میں ملی وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آسکی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ بھی باغی ہو گئے جن کو محمد بن قاسم نے مطیع بنایا تھا۔ وہ راجے مہاراجے جو محمد بن قاسم کے زمانہ میں خوف سے یا مصلحتاً سر اٹھانے کی جرات نہیں کرتے تھے، اب وہ اپنے پروں کے بل اڑنے لگے اور جگہ جگہ سورش برپا کر کے 'سندھ' کے مختلف علاقوں میں اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ ایسی بھی شہادت ملتی ہے کہ کچھ نومسلم اسلام سے پھر گئے۔ کیوں کہ جس قسم کے وصف حکم رانی کی یہاں ضرورت تھی وہ بعد کے امرا میں نظر نہیں آتی۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس محنت شاقہ اور دور اندیشی سے محمد بن قاسم نے 'سندھ' اور اس سے آگے بڑھ کر ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں اسلام کی آبیاری کی اور جگہ جگہ مسلمانوں کو بسایا وہ قلیل مدت میں ہی منتشر

ہوگیا۔ خطۂ ’سندھ‘ کو سابقہ حالت پر لانے کے لیے اموی امرا کو کافی جدوجہد کرنا پڑی، مگر وہ آخر تک فائز المرام نہ ہو سکے۔ یزید بن ابی کبشہ سکسکی ’سندھ‘ کے گورنر بن کر آئے۔ انہوں نے یہاں صرف یہی ایک کام کیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے عراق بھیج دیا۔ یہاں آنے کے اٹھارہویں دن وہ فوت ہوگئے۔ سکسکی کے بعد یزید بن ابی مہلب یہاں آئے۔ وہ یہاں امن وامان قائم کرنے اور باغیوں کو سرکرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے کہ ۲۰ صفر ۹۹ھ کو سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا۔

سلیمان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز (۹۹-۱۰۱ھ/ ۷۱۷-۷۱۹ء خ) (۱۱۰) خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے حبیب بن مہلب کو معزول کرکے عمر بن مسلم باہلی کو ’سندھ‘ کی ولایت سونپی۔ انہوں نے بڑی حد تک ملک میں امن کی فضا قائم کرنے کی سعی کی۔ انہوں نے ’سندھ‘ سے آگے بڑھ کر ’راجہ بلہرا‘ کی سرزمین میں قدم رکھا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ (۱۱۱) خود حضرت عمر بن عبدالعزیز مرکز میں رہ کر اس بات کے متفکر تھے کہ اسلام کی اشاعت طاقت سے زیادہ پیار ومحبت کے ذریعہ کی جائے۔ انہوں نے یہاں کے بہتیرے راجاؤں مہاراجاؤں کے نام دعوتی خطوط لکھے۔ ان میں کئی راجاؤں نے اسلام قبول کیا۔ (۱۱۲) ان کی شرافت، عدل وانصاف، تقویٰ اور خداترسی کو دیکھ کر راجہ ’جے سیہ‘ جو بغاوت پر اتر آیا تھا وہ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ ابن خلدون نے عمر بن عبدالعزیز کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

’’عمر بن عبدالعزیز نے ملک سندھ کو خط لکھا، اسلام کی دعوت دی، دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر ان کا ملک، ان کی جائداد دینے، عفو وتقصیر اور مسلمانوں جیسا مساویانہ برتاؤ کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس تحریر کے مطابق جے سیہ بن داہر اور کل ملوک سندھ مسلمان ہوگئے اور اپنے غیر اسلامی نام تبدیل کرکے اسلامی عربی نام رکھے۔‘‘ (۱۱۳)

حضرت عمر عبدالعزیز کی دعوت پر سات ملوک یا پھر ۱۲ بادشاہوں کے قبول اسلام کی شہادت ملتی ہے، مگر ان راجاؤں کے نام کیا تھے اور وہ ’سندھ‘ و ’ہند‘ کے کس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے اس کی واضح نشان دہی کسی مورخ کے بیان سے نہیں ہوتی۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے اچھے اثرات یہاں مرتب ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد یزید بن عبدالملک (۱۰۱-۱۰۵ھ/ ۷۱۹-۷۲۳ء م خ) خلافت کی مسند پر رونق افروز ہوئے۔ انہیں بھی زیادہ دن حکومت نصیب نہ ہوئی۔ جلد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ اس مدت میں تین امرا وعمال ’سندھ‘ آئے۔ فلان سبی، عبیداللہ بن علی سلمی اور عبدالحمید بن عبدالرحمٰن۔ موخرالذکر نے آل مہلب کے قتل کی شکل میں کامیابی حاصل کی جو بعد میں مرکز سے بغاوت کرکے ’سندھ‘ میں خود مختار ہوگئے تھے۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے:

’’یزید بن عبدالملک کے زمانے میں آل مہلب اور ان کے ساتھی جہازوں پر سوار ہوکے سندھ چلے آئے۔ (مسلمہ نے) قبیلہ تمیم کے ہلال بن احوز کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اس نے قندابیل میں مہلب کے بیٹے مدرک کو پکڑا اور ایک ایک کرکے اس کے سب بیٹوں، مفضل، عبدالملک، زیاد، مروان اور معاویہ کو پکڑ کر قتل کردیا۔ معاویہ بن یزید بھی پکڑا گیا اور قتل ہوا۔‘‘ (۱۱۴)

یزید بن عبدالملک کے بعد ہشام بن عبدالملک خلیفہ (۱۰۵-۱۲۵ھ/۷۲۳-۷۴۳ء م خ) ہوئے تو ۱۰۷ھ میں جنید بن عبدالرحمٰن المری کو 'سندھ' کا حاکم بنایا گیا۔ انہوں نے یہاں آ کر کامیاب حکومت کی اور پورے ملک سے باغیوں اور سرکشوں کا صفایا کیا۔ بڑھ بڑھ کر فتوحات حاصل کیے اور غنائم جمع کیے۔ 'سندھ' کے حالات پر قابو پانے کے بعد وہ مرمد (ماڑوار) آئے۔ یہاں سے مانڈل (ویرم گام کے پاس) اور پھر دھنج (پٹن کے پاس) اور وہاں سے بھروچ بندرگاہ پہنچے۔ ان کے ایک افسر حبیب نامی نے اجین (مالوہ) پر دھاوا بولا۔ وہاں سے بہریمد (سرحد ماروار) اور پھر بھیلمان (گوجروں کے پایہ تخت) کی طرف بڑھے اور اس کو فتح کر کے مال غنیمت حاصل کرتے ہوئے 'سندھ' واپس ہوئے۔ اسی زمانہ میں شہر چینیاب (بیاس ندی سے پچھم طرف دس میل) کی ریاست مطیع فرمان بردار ہوئی۔ (۱۱۵)

راجہ داہر کے بیٹے کا انجام:

یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں 'جے سیہ' اسلام قبول کر چکا تھا، مگر اس کے دل میں خباثت اب بھی موجود تھی۔ اس کی وجہ سے 'سندھ' کے حالات میں گاہے بہ گاہے ابتری بھی پھیل جاتی تھی۔ اس کو دبانا اموی خلفا کے لیے ضروری تھا۔ جب جنید 'سندھ' میں آ رہے تھے تو 'جے سیہ' نے ان کو روکا اور وہ مسلمان اور اسلام کا حوالہ دے کر جنید کی راہ میں حائل ہوا۔ اگر چہ اس کے سد راہ بننے کے باوجود وہ یہاں آ گئے۔ مگر یہ اپنی خبیس حرکتوں سے باز نہ آیا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر جنید نے جے سیہ کا کام تمام کر دیا۔ اس پورے واقعہ پر ابن اثیر (۱۱۶) اور علامہ بلاذری نے روشنی ڈالی ہے۔ صاحبؒ فتوح البلدان رقم طراز ہیں:

''جنید دیبل پہنچ کر مہران کے کنارے اترے، جے سیہ نے عبور دریا سے روکا اور کہلا بھیجا کہ میں اسلام لا چکا ہوں، مرد صالح نے مجھے میری مملکت پر برقرار رکھا ہے۔ جنید نے ضمانت دی اور مقررہ خراج کی اس سے ضمانت لی۔ بعد کو جے سیہ اسلام سے پھر گیا اور آمادہ جنگ ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی ضمانتیں واپس کر دیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہل جنید نے کی۔ جے سیہ اندرون ملک آیا، بکثرت فوجیں فراہم کیں، کشتیاں لیں اور جنگ کے لیے تیار ہوا۔ جنید کشتیوں میں ان کی طرف بڑھے، جانب شرقی خلیج میں مقابلہ ہوا، جے سیہ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔ اس کی کشتی بیڑے سے جدا ہو گئی تھی، جے سیہ کا بھائی صصہ (چچ) بن داہر بھاگ نکلا، وہ اس ارادہ میں تھا کہ والی عراق کے پاس جا کر دغا کی شکایت کرے۔ جنید نے اس کو پرچا لیا اور جب اس نے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا تو اس کو قتل کر دیا۔'' (۱۱۷)

عبدالرحمٰن نے 'سندھ' میں آ کر جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ قابل تحسین ہیں۔ مگر ان دنوں 'خراسان' کے حالات ناگفتہ بہ بن گئے تھے۔ چنانچہ خلیفہ کی مرضی اور 'خراسان' کے حالات کی سنگینی کو دیکھ کر ان کا تبادلہ یہاں سے ۱۱۱ھ میں کر دیا گیا۔ یہاں ان کے جانشیں تمیم بن زید عتبی بنائے گئے۔ ان کی شرافت اور منکسر المزاجی کی وجہ سے یہاں کے لوگ پھر بغاوت پر اتر آئے۔ اس طرح پورے ملک میں بدنظمی پھیل گئی۔ یہاں تک کہ یہ بھی اس بدنظمی کا شکار ہو کر انتقال کر

گئے۔(۱۱۸) ان کے انتقال کرتے ہی یہاں کے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ بلکہ بہت سے مسلمان 'سندھ' سے نکل کر دوسرے بلاد اسلامیہ میں منتقل ہو گئے۔

شہر 'محفوظہ' اور 'منصورہ' کی تعمیر:

تمیم بن زید عتبی کے انتقال کے بعد والی عراق خالد قسری نے خلیفہ کی اجازت سے حکم بن عوانہ کو 'سندھ' کا عامل نامزد کیا۔ یہاں کے حالات کی خبر سن کر انہوں نے محمد بن قاسم کے بیٹے عمر بن محمد کو اپنے ساتھ 'سندھ' لے جانے کی اجازت خلیفہ سے حاصل کر لی۔ یہ اپنے باپ ہی کی طرح نوجوان، چاک و چوبند اور صاحب بصیرت تھے۔ اس لیے حکم بن عوانہ نے باوجود نوعمری کے یہاں کے تمام امور ان کے سپرد کر دیئے۔ عمر نے بھی اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

چوں کہ مسلمان اپنے اپنے مرکز چھوڑ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے تو مقامی لوگوں نے ان پر اپنا قبضہ جما لیا۔ کوئی ایسی اہم جگہ نہ تھی جو اسلامی عساکر کے لیے قابل اطمینان ہو۔ چنانچہ فوراً ہی حکم نے دریائے 'سندھ' کے دہانہ پر مشرقی جانب ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام 'محفوظہ' رکھا جو گویا کہ ایک مضبوط چھاؤنی تھا۔ یہیں سے تمام ملکی وسیاسی امور انجام پاتے تھے۔ حکم کی کامیابیوں کے اسباب و وجوہ پر تبصرہ کرتے ہوئے سید ابوظفر ندوی لکھتے ہیں:

"حکم کا انتظام خارجی و داخلی اس قدر بہتر تھا کہ ہر شخص خوش تھا اور ہر طرح سے قابل تعریف تھا، خارجی معاملات کی درستی تو فوجی طاقت سے ہوگئی اور انتظامی حالت جو سندھ کی خراب ہوگئی تھی جو صرف اس خانہ جنگی کی وجہ سے تھی جو حجازی اور یمنی لوگوں نے برپا کر رکھی تھی، چوں کہ عمر ثقفی جو نائب ناظم کا درجہ رکھتا تھا اور تقریباً کل اختیارات نظامت کے اس کے سپرد تھے، وہ حجازی تھا، پس حجازی طاقت زبردست ہوگئی تو تمام اندرونی خلفشار جاتا رہا۔"(۱۱۹)

خالد قسری کو معزول کر کے عراق کی ولایت یوسف بن ثقفی کے سپرد کی گئی۔ انہوں نے خالد کے مقرر کردہ تمام عمال و حکام کو معزول کر دیا۔ یہاں تک کہ حکم بن عوانہ کلبی بھی ان کی بدسلوکی کے خوف سے 'سندھ' کے ایک اہم معرکہ میں حصہ لیا اور ۱۲۱ھ میں جام شہادت نوش کر گئے۔(۱۲۰)

حکم کی شہادت کے بعد یوسف ثقفی نے خلیفہ کے حکم سے عمر بن محمد بن قاسم کو 'سندھ' کا مستقل والی مقرر کر دیا۔ چوں کہ یہ یہاں پہلے سے ملک کی تسخیر اور اس کا نظم ونسق بحال کرنے میں عوانہ کے رفیق ومشیر چلے آرہے تھے۔ ولایت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد انہوں نے 'سندھ' میں ایک نیا شہر بسایا۔ اس کا نام 'منصورہ' رکھا اور اسے دارالخلافہ بنایا۔(۱۲۱) مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن محمد کے والی نامزد ہوتے ہی 'سندھ' کے شورش پسندوں نے سر اٹھایا، آمادہ بغاوت ہوئے اور پورے ملک میں بدنظمی پھیلا دی۔ قریب تھا کہ وہ یہاں کی ولایت میں ناکام ہو جاتے کہ یوسف ثقفی نے چار ہزار فوج 'منصورہ' بھیج کر ان کا تعاون کیا، جس کی مدد سے وہ حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوئے۔ اس وقت کے 'سندھ' میں

مسلمانوں کے حالت زار اور امن وامان کی مکدر فضا پر تبصرہ کرتے ہوئے سید ابوظفر ندوی نے لکھا ہے:

''اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں نفاق، کینہ، حسد جڑ پکڑ گیا تھا اور خود غرضی اس درجہ پہنچ گئی تھی کہ ذاتی فوائد کے لیے قومی فوائد کو پس پشت ڈال دیا جاتا تھا، چنانچہ اس وقت جب کہ عمر بن محمد بن قاسم دشمنوں سے لڑ کر ملک کو نجات دلا رہا تھا، مروان بن یزید بن مہلب جو اس کی فوج میں تھا، اس نے موقع پا کر اس کے تمام مال واسباب اور سواری کے جانوروں کو لوٹ لیا۔ جب عمر کو یہ حال معلوم ہوا تو اس کا تعاقب کیا، اس وقت اس کے ساتھ معن بن زائدہ شیبانی اور عطیہ بن عبدالرحمٰن تھے ان سب لوگوں نے اس کی جماعت پر حملہ کر کے منتشر کر دیا۔ سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔ مروان بھی کہیں روپوش ہو گیا۔ عمر نے فوراً اعلان کرا دیا کہ مروان کے تمام ساتھیوں کو پناہ دی گئی سوائے مروان کے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کسی نے اس کو بھی پکڑ وایا، جو اسی وقت قتل کر دیا۔'' (۱۲۲)

عمر نے اپنے حریفوں کی سرزنش کی تا کہ 'سندھ' کی فضا پرامن وخوش گوار ہو سکے اور اسی کام میں مصروف تھے کہ ۱۲۵ھ میں ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے یہاں صرف پانچ سال بحیثیت حاکم اپنے فرائض انجام دیئے۔ ادھر مرکز میں ولید بن یزید بن عبدالملک (۱۲۵-۱۲٦ھ/ ۷۴۳-۷۴۴ء خ) خلیفہ بن گئے۔ انہوں نے سابقہ تمام امرا وعمال کو معزول کر دیا اور نئے حکام وعمال اور امرا مقرر کیے۔ اگر عمر بن محمد بن قاسم کچھ دن اور یہاں رہ جاتے تو امید کی جاسکتی تھی کہ وہ کم از کم 'سندھ' کے مقامی باشندوں میں اسی طرح محبوب ومقبول ہو جاتے جس طرح چند سال قبل ان کے والد نے یہاں کے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی تھی۔

ولید بن ہشام کے یک سالہ مدت خلافت میں 'سندھ' کی ولایت یزید بن عرار کے سپرد کی گئی۔ یہ بھی 'سندھ' کی نگرانی کے لیے موزوں ثابت ہوئے اور ملک میں بہترین نظم ونسق قائم کیا۔ اندرونی بدنظمیوں کو دور کر کے آس پاس کے راجاؤں مہاراجاؤں پر حملے کیے اور ان کو اپنا باج گزار بنایا۔ بقول یعقوبی:

''عمرو بن محمد کی جگہ یزید بن عرار سندھ کے امیر ہوئے تو انہوں نے اٹھارہ لڑئیاں لڑیں۔'' (۱۲۳)

ولید بن ہشام کے بعد یزید بن ولید الناقص خلیفہ ہوئے۔ صرف ٦ ماہ حکومت کرنے پائے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ابراہیم بن ولید (۱۲٦-۱۲۷ھ/ ۷۴۴-۷۴۵ء خ) خلیفہ ہوئے۔ بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان الحمار ہوئے۔ انہوں نے ۱۲۷ھ/ ۷۴۵ء سے ۱۳۲ھ/ ۷۴۹ء تک اموی حکومت کو سنبھالا دیا۔ انہوں نے اپنے دور خلافت میں منصور بن جمہور کلبی کو امیر بنایا تھا۔ انہوں نے یزید بن عرار کی جگہ محمد بن غزان کلبی کو 'سندھ' کا امیر مقرر کیا۔ مگر کسی وجہ سے یزید بن ولید نے منصور کو عراق کی امارت سے معزول کر کے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو امیر بنایا تو منصور نے بغاوت وسرکشی اختیار کی اور ایک دن ایسا آیا کہ وہ 'سندھ' کا خود مختار حاکم بن کر حکومت کرنے لگا۔

جاری ہے

حواشی وحوالہ جات

۱۔ اہل ہند کے اسلام سے متعارف ہونے کے سلسلے میں مشہور جہاز ران بزرگ بن شہریار ناخدا نے لکھا ہے: سرندیپ اور اس کے قرب وجوار کے لوگوں کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وظہور کا پتا چلا تو انہوں نے اپنے علاقے کے ایک سمجھ دار شخص کو مدینہ بھیجا اور کہا کہ تم آں حضرتؐ کی خدمت میں پہنچو اور ان کے احوال اور ان کی دعوتی سرگرمیوں کا پتا حاصل کرو۔ چنانچہ یہ سفیر نکلا، مگر راستے کی مشکلات کی وجہ سے وہ ایسے وقت میں وہاں پہنچا کہ حضورؐ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن تھے۔ وہ حضرت عمرؓ سے ملا اور آپؐ کے احوال معلوم کیے۔ (بزرگ بن شہر یار ناخدا، عجائب الہند، مطبوعہ لائدن، ۱۸۸۶ء، ۵۷) بعض دوسرے شواہد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مکہ میں حضور کے ہاتھوں شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تو اس کا اثر مالا بار کے راجہ پر بھی ہوا اور اس نے بہ چشم خود اس واقعہ کو دیکھا اور اس کی تفتیش کے لیے عرب کے سفر پر نکلا۔ وہ وہاں پہنچا کہ نہیں اور اس کی ملاقات حضور سے ہوئی کہ نہیں اس کے متعلق متضاد روایتیں ملتی ہیں۔ (شمس اللہ قادری، ملیبار، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۳۰ء، ص: ۲۱-زین الدین معبری، تحفۃ المجاہدین، (اردو ترجمہ) مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۳۶ء، ص: ۱۷- ہندو شاہ قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مطبوعہ نول کشور، ج:۲، ص: ۵۹۷- عجائب الہند، ص ۵۵)

ایک موقع پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: رأیت عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر واما موسیٰ فادم جسیم سبط کانہ من رجال الزط۔ (ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، الجامع الصحیح من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ، کتاب الانبیاء، باب قول عزوجل واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اہلہا۔) ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا: ''من ھولاء القوم کانھم رجال الھند۔'' یہ کون لوگ ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوستانی ہیں۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج:۲، ص: ۵۹۳، مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۵ھ)

۳۔ ''عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ: وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم غَزْوَۃَ الْھِنْدِ فَاِنْ اَدْرَکْتُھَا اَنْفَقَ فِیْھَا نَفْسِیْ وَمَالِی وَاِنْ قُتِلْتَ کُنْتُ اَفْضَلَ الشُّھَدَاءِ فَاِنْ رَجَعْتُ فَاَنَا اَبُوْھُرَیْرَۃَ الْمُحَرَّرَ۔' (عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی، سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الہند) اس حدیث کو علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

۴۔ ''عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: عِصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِی حَرَّرَھُمَا اللّٰہُ مِنَ النَّارِ عِصَابَۃٌ تَغْزُو الْھِنْدَ وَعِصَابَۃٌ تَکُوْنُ مَعَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ۔'' (ایضا)

۵۔ قاضی اطہر مبارک پوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص ۲۴، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۶۷ء۔ جنوبی ہند میں اسلام کب اور کس طرح پہنچا، اس پر راقم نے ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے، جو عنقریب کسی مجلہ/رسالہ میں شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

۶۔ قاضی اطہر مبارک پوری، اسلامی ہند کی عظمت رفتہ، ص: ۲۷ ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۶۹ء

۷۔ ابی الحسن البلاذری، فتوح البلدان، مطبوعہ مصر، ۱۹۳۲ء، ص ۴۲۰

۸۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص ۲۶

۹۔ فتوح البلدان، ص ۴۲۰-۴۲۱

۱۰۔ مولوی ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۱۰ء، ج ۱، ص ۱۸۱

۱۱۔ سید ابوظفر ندوی، تاریخ سندھ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء، ص ۲۸

۱۲۔ حضرت علی بے شک خلیفہ بن گئے، مگر آپ کی خلافت کو امن وسکون کا ایک دن میسر نہ آیا اور نہ ہی تمام اسلامی بلاد آپ کے زیر نگیں ہوئے۔ ملک شام شروع ہی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر تسلط تھا، جو اب قصاص عثمانؓ کا دعویٰ لے کر کھڑے ہو گئے اور بیعت علی سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ دونوں کے درمیان مہلک لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن میں کثیر صحابہ مارے گئے۔ بے پناہ لڑائیوں کا سلسلہ جنگ صفین پر جا کر ختم ہوا۔ اس جنگ میں حضرت علیؓ کے رفقا میں ایک فریق نے تحکیم کے فیصلہ کو قبول کر لیا، دوسرے انکار پر مصر رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بھائی بھائی بن کر گئے، مگر جب لوٹے تو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ جنگ صفین کے بعد ملت اسلامیہ تین فرقوں میں بٹ گئی: خوارج، شیعہ اور جمہور۔ ان میں سے اول الذکر دونوں فرقوں نے اسلام کی بنیاد ہلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ (پروفیسر محمد محمد ابوزہو، تاریخ حدیث (مترجم: غلام احمد حریری) کتب خانہ حسینیہ، دیوبند، ۲۰۰۴ء) ص ۱۱۲

۱۳۔ فتوح البلدان، ص ۴۲۱ ۱۴۔ تاریخ ہندوستان، ج ۱، ص ۱۸۲

۱۵۔ فتوح البلدان، ص ۴۲۱ ۱۶۔ میر علی شیر قانع، تحفۃ الکرام، سندھی ادبی بورڈ، کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۳۲

۱۷۔ قاضی اطہر مبارک پوریؒ لکھتے ہیں: ''ہندوستان کی اس صورت حال سے شام اور عراق میں بڑی تشویش پیدا ہو گئی اور حضرت امیر معاویہ نے بطور خاص یہاں کے حالات سے دل چسپی لی اور امیر عراق زیاد بن ابوسفیان سے رائے مشورہ کر کے ۴۸ھ میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلی کو یہاں کا امیر بنایا۔ انہوں نے اپنی قابلیت وصلاحیت سے گزشتہ سات آٹھ سال کی شورش کو ختم کیا اور مکران میں مستقل دار الامارہ تعمیر کر کے اطراف وجوانب کو اس مرکز سے مربوط کیا اور نہایت مستحکم حکومت قائم کر کے ہر طرف امن وامان اور سکون واطمینان کی فضا پیدا کر دی۔ نیز اسی درمیان میں ۵۳ھ میں والی بحستان عباد بن زیاد بن ابوسفیان نے دریائے ہندمند کو عبور کر کے براہ ریگستان' کچھ اور' گجرات' تک فتوحات کیں، جن سے مسلمانوں کو مزید تقویت حاصل ہوگئی۔ گویا عبداللہ بن سوار اور مہلب بن ابوصفرہ کا دور سنان بن سلمہ اور عباد بن زیاد کے زمانہ میں لوٹ آیا، بلکہ کہنا چاہیے کہ حضرت سنان بن سلمہ کے بعد ہی سے ہندوستان میں اموی خلافت کا سکہ جاری ہوا۔'' (قاضی اطہر مبارک پوری، خلافت امویہ اور ہندوستان، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۷۵ء) ص ۳۷-۳۸

۱۸۔ اس واقعہ کو خلیفہ خیاط نے حضرت ابوالیمان معلّی بن راشد نبال ہذلی کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے:

''ہم لوگ حضرت سنان کے ساتھ قیقان میں مصروف جنگ تھے کہ دشمن کی ایک زبردست فوج ہمارے مقابلے میں آئی جسے دیکھ کر سنان نے مجاہدین اسلام سے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم کو بشارت ہو، اس وقت تم لوگ دو سعادت مندیوں کے درمیان ہو، جنت اور غنیمت۔ یہ کہہ کر حضرت سنان نے سات پتھر لیے اور مجاہدین کے درمیان کھڑے ہو کر کہا کہ جب تم دیکھنا کہ میں نے حملہ کر دیا تو تم بھی حملہ کرنا، اس کے بعد رکے رہے یہاں تک کہ آفتاب وسط آسمان میں پہنچ گیا اور دوپہر کا وقت ہو گیا۔ اس وقت انہوں نے ایک پتھر اسلامی لشکر کے سامنے پھینکا، ساتھ ہی نعرہ تکبیر بلند کیا، اسی طرح باری باری پتھر پھینکتے رہے اور نعرہ تکبیر بلند کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ میں صرف ایک پتھر رہ گیا، اسی اثنا میں سورج بھی ڈھل گیا اور ساتواں پتھر پھینک کر **حٰم لا ینصرون** پڑھا، اس کے بعد نعرہ تکبیر کے ساتھ حملہ کر دیا، ان کے ساتھ ہی ہم لوگوں نے بھی حملہ کیا اور دشمنوں سے یوں بہادری اور بے جگری سے جنگ کی کہ چار فرسخ تک ان کا تعاقب کیا اور وہ بھاگتے رہے، آگے جا کر ہم کو ایک قلعہ ملا جس میں دشمن کے کچھ آدمی پناہ گزیں تھے، انہوں نے ہم کو دیکھتے ہی کہا کہ خدا کی قسم آپ لوگوں نے ہم کو نہیں مارا ہے اور نہ ہی ہم نے آپ لوگوں سے جنگ کی ہے، بلکہ ایسے شخصوں نے یہ کام کیا ہے جن کو اس وقت ہم آپ لوگوں کے ساتھ نہیں دیکھ رہے ہیں، وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے سروں پر سفید عمامے تھے۔ دشمنوں کی زبانی ہم نے یہ

واقعہ سن کران سے کہا کہ یہ اللہ کی مدد تھی۔'' (خلافت امویہ اور ہندوستان، ص ۷۳-۷۴)

۱۹۔ خلافت امویہ اور ہندوستان، ص ۴۳

۲۰۔ عبدالرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون نفیس اکیڈمی پاکستان، ۱۹۶۹ء، ج ۲، ص ۱۰۴

۲۱۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۰۰

۲۲۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۱۱۔ حافظ ابن کثیر نے سندھ کے ولات کی تبدیلی کے سلسلے میں مفصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ کیجئے: البدایہ والنہایہ، ص: ۳۱-۳۴، ج: ۵، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۹۳۳ء

۲۳۔ حجاج بن یوسف ۷۵ھ میں سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا عامل مقرر کیا۔ یہاں کے باغیوں نے ان کا قتل کر کے سر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قبیلہ بنو سامہ کے دو شخص جو آپس میں بھائی اور حرب کلابی کے بیٹے تھے، مکران کے علاقہ میں فوجی افسر اور بڑا اثر رسوخ رکھتے تھے۔ یہ دونوں ایک طرف سعید سے رشتہ داری رکھتے تھے تو دوسری طرف اس سردار کے بھی رشتہ دار تھے، جس کو سعید نے قتل کر دیا تھا۔ ان دونوں پر اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ اعلان بغاوت کر کے تمام شرکشوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ ان دونوں کا نام محمد و معاویہ تھا۔ ان کے بزرگوں میں کسی شخص کا نام علاف تھا۔ اس لئے یہ علافی کہلاتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے مکران کے بعض شہروں پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سعید بن اسلم کلابی عامل مکران نے ان کی سرکوبی کے لئے حملہ کیا، لیکن وہ ناکام ہوئے اور گرفتار کر لئے گئے۔ علافیوں نے ان کا قتل کر کے ان کے جسم سے کھال اتار کر لاش کو بے عزت کیا۔ اس کے بعد مکران پر قبضہ کر کے خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ حجاج کو اس حادثہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے علافیوں کے ایک رشتہ سلیمان علافی کو جو عراق میں موجود تھا کو قتل کروا کر اسلم کلابی کے اہل وعیال کے پاس بھیج دیا، تا کہ ان کے دل کو تسکین ہو۔ اس کے بعد حجاج نے عبدالرحمٰن بن غشا کو علافیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ یہ بھی یہاں قتل کر دیئے گئے۔ پھر حجاج نے مجاعہ بن سعید تمیمی کو خراسان کی سند گورنری دے کر بھیجا۔ ان کے یہاں آنے کے بعد علافیوں یعنی محمد و معاویہ نے پہاڑوں میں پناہ لے لی۔ مجاعہ بن سعید ایک سال کے بعد انتقال کر گئے۔ ان کے بعد محمد بن ہارون مکران؛ اور دوسرے سرحد ہند کا حاکم اور مختار کل بنا کر بھیجے گئے، تا کہ جس طرح ہو سکے علافیوں کو گرفتار کر کے سعید بن اسلم کے خون کا انتقام لیا جائے۔ محمد بن ہارون نے ان کا تعاقب کیا، آخر معاویہ بن حرث علافی گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔ مگر حارث اپنے پانچ سو آدمیوں کو لے کر حدود سلطنت اسلامیہ سے نکل گیا اور راجہ داہر کے پاس چلا گیا۔ اس پر راجہ بہت خوش ہوا اور بڑے عزت واحترام سے اس کی جمعیت کو اپنے یہاں نوکر رکھ لیا۔ حجاج کو جب اس کی خبر ملی تو خلیفہ عبدالملک بن مروان سے درخواست کی کہ ملک سندھ پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ کیوں کہ اس ملک میں سلطنت اسلامیہ کے باغیوں کو نہ صرف پناہ دی جاتی ہے، بلکہ ان کی خوب خاطر و مدارات کی جاتی ہے۔ اس سے پہلے خلیفہ اس کی اجازت دیتے خود خلیفہ کا انتقال ہو گیا۔ ادھر محمد بن حارث نے اپنی شجاعت و بہادری دکھا کر راجہ داہر کی سلطنت میں وزارت کا عہدہ حاصل کر لیا اور اس کا نام سندھ کے سکوں میں مسکوک ہو گیا۔ (آئینہ حقیقت نما، ص: ۱۰۱-۱۰۳، نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، ۱۹۵۸ء)

۲۴۔ تحفۃ الکرام، ص: ۲۶-۲۷۔ علی بن حامد بن ابی بکر الکوفی، فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ، ص: ۹۱ مجلس مخطوطات فارسیہ، حیدر آباد، ۱۳۶۴ھ۔ فتوح البلدان، ص: ۴۲۳

۲۵۔ فتوح البلدان، ص: ۴۲۳

۲۶۔ فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ، ص: ۹۱۔ ہندوشاہ، تاریخ فرشتہ، ص: ۸۸۵، ج: ۲، مکتبہ ملت، دیو بند، ۱۹۸۳ء

۲۷۔ فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ، ص:۹۴۔ خلافت امویہ اور ہندوستان، ص:۱۰۴۔ تحفۃ الکرام، ص:۳۵

۲۸۔ فتوح البلدان، ص:۴۲۳ ۲۹۔ ایضا

۳۰۔ تاریخ سندھ، ص:۴۵ ۳۱۔ فتوح البلدان، ص:۴۲۴

۳۲۔ تحفۃ الکرام، ص:۲۸۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، آئینہ حقیقت نما، ص:۱۱۲، شیخ الہند اکیڈمی، دیو بند، ۱۹۹۷ء

۳۳۔ تاریخ معصومی، ص:۱۰-۱۱

۳۴۔ محمد بن قاسم بن محمد بن ابی عقیل الثقفی ۷۲ھ میں عراق میں پیدا ہوئے۔ تقریبا ۵ سال کی عمر میں سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ چچازاد بھائی حجاج بن یوسف کی نگرانی میں پلے بڑھے۔ بعد میں حجاج نے ان کو اپنا داماد بنالیا۔ یہ بہت ذہین اور صاحب بصیرت آدمی تھے۔ کم عمری میں ہی حجاج نے ان کو مختلف دیار و امصار کی ولایت اور انتظامی امور کے انجام دینے کی ذمہ داری سونپ دی۔ جس کو انہوں نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ ۱۷ رسال اور دوسری روایت کے مطابق ۲۹ رسال کی عمر میں سندھ کی تسخیر کے لئے مامور کردیئے گئے۔ چار سال کی قلیل مدت میں انہوں نے یہاں جو کارہائے نمایا انجام دیئے ان سے ان کی بڑی نیک نامی ہوئی۔ انہیں کی مساعی سے اسلام ہندوستان میں پھلا پھولا۔ اسی وجہ سے ان کو باب الاسلام بھی کہا جاتا ہے۔

۳۵۔ آئینہ حقیقت نما، ص:۱۱۴ ۳۶۔ ایضا۔ تحفۃ الکرام، ص:۳۵

۳۷۔ فتوح البلدان، ص:۴۲۴ ۳۸۔ خلافت امویہ اور ہندوستان، ص:۱۰۸

۳۹۔ تاریخ ہندوستان، ص:۱۹۰، ج:۱ ۴۰۔ فتوح البلدان، ص:۴۲۵

۴۱۔ تاریخ ہندوستان، ص:۱۸۸، ج:۱۔ آئینہ حقیقت نما، ص:۱۱۵

۴۲۔ فتوح البلدان، ص:۴۲۵ ۴۳۔ تاریخ معصومی، ص:۳۰

۴۴۔ تاریخ ہندوستان، ص:۱۹۲، ج:۱ ۴۵۔ فتوح البلدان، ص:۴۲۵

۴۶۔ تاریخ سندھ، ص:۵۰۔ تاریخ ہندوستان، ص:۱۹۲، ج:۱

۴۷۔ تحفۃ الکرام، ص:۴۱ ۴۸۔ تاریخ سندھ، ص:۵۲

۴۹۔ تاریخ معصومی، ص:۳۱-۳۲ ۵۰۔ ایضا

۵۱۔ تاریخ ہندوستان، ص:۱۹۳، ج:۱ ۵۲۔ آئینہ حقیقت نما، ص:۱۱۸

۵۳۔ ایضا ۵۴۔ تاریخ سندھ، ص:۵۶

۵۵۔ ایضا، ص:۵۷ ۵۶۔ تحفۃ الکرام، ص:۴۸

۵۷۔ تاریخ سندھ ص:۶۱ ۵۸۔ ایضا، ص:۶۳

۵۹۔ ایضا، ص:۶۴ ۶۰۔ تحفۃ الکرام، ص:۵۱

۶۱۔ تاریخ سندھ ص:۶۷ ۶۲۔ ایضا، ص:۶۸

۶۳۔ ایضا، ص:۶۹ ۶۴۔ ایضا، ص:۷۰

۶۵۔ تاریخ ابن خلدون، ص:۱۳۳، ج:۳ ۶۶۔ تاریخ سندھ، ص:۷۵

۶۷۔ تاریخ معصومی، ص:۳۶ ۶۸۔ آئینہ حقیقت نما، ص:۱۲۳

۶۹۔ تاریخ سندھ،ص:۷۹ ۷۰۔ ایضاً،ص:۸۰

۷۱۔ فتوح البلدان،ص:۴۲۶۔تاریخ ابن خلدون،ص:۱۳۳،ج:۳

۷۲۔ تاریخ سندھ،ص:۸۲ ۷۳۔ ایضاً،ص:۸۳

۷۴۔ ایضاً،ص:۸۳-۸۴ ۷۵۔ ایضاً،ص:۸۵

۷۶۔ ایضاً،ص:۸۶ ۷۷۔ تاریخ ابن خلدون،ص:۱۴۴،ج:۳

۷۸۔ تاریخ سندھ،ص:۸۸

۷۹۔ اس سلسلے میں متضاد بیانات کتب تواریخ میں ملتے ہیں۔کسی نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہوگئی اور محمد بن قاسم نے اس سے شادی کرلی۔بعد میں اس کی اطلاع بعد میں حجاج بن یوسف کودی گئی۔دوسری روایت یہ ہے کہ راجہ داہر جب مارا گیا تو یہ رانی گرفتار ہوئی اور محمد بن قاسم نے اس سے شادی کرلی،اور جب وہ ایک لڑکے کی ماں ہوگئی تو لوگوں نے پوچھا کہ تم کس طرح گرفتار ہوئی تو اس نے کہا کہ راجہ جب جنگ میں مصروف تھا تو اس نے اپنی تمام رانیوں کے لیے ایک چوکیدار مقرر کیا اور کہا کہ جب میں مارا جاؤں تو تم ان سب کو قتل کردینا،حسب حکم نگراں نے ہم سب کو قتل کرنا چاہا تو میں اپنے اونٹ سے نیچے گر گئی اور جنگی صفوں میں گھس گئی،میرے محافظ کی ہمت نہ ہوئی کہ مجھے گرفتار کرسکے،پھر میں اسلامی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوگئی۔جب کہ تحفۃ الکرام کے مصنف نے لکھا ہے کہ وہ ستی ہوگئی۔معصوم بھکری نے بھی میر قانع کی تائید کی ہے۔ایک تیسری روایت یہ ہے کہ رانی لادی داہر کے قتل کے بعد چھپ گئی اور بعد میں برہموں نے اسے محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا۔(آئینہ حقیقت نما،ص:۱۲۶۔فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ،ص:۱۸۵۔تاریخ معصومی،ص:۳۶۔تحفۃ الکرام۔تاریخ سندھ،ص:۹۱)

۸۰۔ ایضاً،ص:۱۰۰

۸۱۔ تاریخ سندھ،ص:۱۰۱۔فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ،ص:۲۲۲

۸۲۔ تحفۃ الکرام،ص:۶۲۔فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ،ص:۲۲۳

۸۳۔ آئینہ حقیقت نما،ص:

۸۴۔ فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ،ص:۲۲۷-۲۲۸

۸۵۔ آئینہ حقیقت نما،ص:۱۲۹۔فتح نامہ سندھ المعروف بہ چچ نامہ،ص:۲۶۳

۸۶۔ تاریخ سندھ،ص:

۸۷۔ ایضاً،ص:۱۱۲ ۸۸۔ ایضاً،ص:۱۱۳

۸۹۔ ایضاً،ص:۱۱۴ ۹۰۔ ایضاً،ص:۱۱۴

۹۱۔ ایضا ۹۲۔ تاریخ سندھ،ص:۱۱۷

۹۳۔ فتوح البلدان،ص:[illegible]۔ڈاکٹر ابراہیم حسن تاریخ اسلام،ص:۳۱۴،ج:۱،مکتبہ النہضہ،المصر،۱۹۸۵ء

۹۴۔ تاریخ سندھ،ص:۱۱۷۔المسالک والممالک،ص:۵۶

۹۵۔ تاریخ سندھ،ص:۱۱۶

۹۶۔ فتوح البلدان،ص:۴۲۷

۹۷۔ سید صباح الدین عبدالرحمن ،ہندوستان کے عہد میں مسلمان حکم رانوں کی مذہبی رواداری،ص:۳۰-۳۵، ج:۱، مکتبہ معارف اعظم گڑھ،۱۹۷۵

۹۸۔ آئینہ حقیقت نما،ص:۱۱۵

۹۹۔ ہندوستان کے عہد میں مسلمان حکم رانوں کی مذہبی رواداری،ص:۱۷،ج:۱

۱۰۰۔ تاریخ سندھ،ص:۹۵

۱۰۱۔ ہندوستان کے عہد میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری،ص:۱۸،ج:۱

۱۰۲۔ جرجی زیدان،تمدن اسلام،ص:۲۲۸-۲۲۹،ج:۱،مطبوعہ زور بازار،امرتسر۔مزید تفصیلی مطالعہ کے ملاحظہ کریں: دانیل دینت،الجزیہ والاسلام،مطبوعہ مکتبہ الحیات،بیروت،۱۹۶۰ء

۱۰۳۔ تاریخ سندھ،ص:۹۰

۱۰۴۔ اہل ہند کی مختصر تاریخ،ص:۱۵۳

۱۰۵۔ فتوح البلدان،ص:۴۲۷

۱۰۶۔ تاریخ ابن خلدون،ص:۱۴۴،ج:۳محمد حضری بک،محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ الدولۃ الاموبیہ،ص: ۱۷۷،ج:۲،دارالفکر بیروت

۱۰۷۔ تاریخ ابن خلدون،ص:۱۴۴،ج:۳۔الکامل فی التاریخ،ص:۵۸۸-۵۸۹،ج:۴۔احمد بن السید زینی دحلان،الفتوحات الاسلامیہ،ص: ۱۲۵،المکتبۃ الحمیۃ،مصر،۱۳۰۲ء

۱۰۸۔ الکامل فی التاریخ،ص:۵۸۸-۵۸۹،ج:۴،دارصادر،بیروت،۱۹۶۵ء۔فتوح البلدان،ص:۴۲۸

۱۰۹۔ فتوح البلدان،ص:۴۲۸۔الفتوحات الاسلامیہ،ص:۱۲۵

۱۱۰۔ عمر بن عبدالعزیزؒ مشہور اموی خلیفہ مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ان کی تعلیم وتربیت مشہور محدث صالح بن کسان کی نگرانی میں ہوئی۔فطرتاً وہ صالح اور سعید تھے اور علمی اعتبار سے امام وقت مانے جاتے تھے۔تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپ نے ابوذر غفاریؓ اور ابو ہریرہؓ کی ملت اختیار کی۔آپ کا اصلی مقصد خلافت راشدہ کا احیا تھا۔اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے رعایا کی مال وجائداد کی حفاظت کا انتظام کیا۔ایسی تمام جاگیریں واپس کردیں جنہیں ارکان شاہی اور اموی عمال نے اپنی جاگیر بنالیا تھا۔بیت المال کی حفاظت کا نہایت سختی سے انتظام کیا۔اپنی بیوی کے تمام زیورات لے کر بیت المال میں داخل کروادیا۔ناجائز آمدنیوں کے سد باب اور عام داد ودہش کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا آپ کے زمانے میں بڑی آسودہ حال ہوگئی۔آپ نے بہ کثرت سرائیں تعمیر کرائیں اور خراسان اور سمرقند کے گورنروں کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے علاقوں میں رعایا کے آرام کے لئے سرائیں بنوائیں۔انہوں نے نہ صرف حکومت کا سیاسی ڈھانچہ بدلا بلکہ شریعت کا احیا اور تجدید کی۔پہلے اموی خلفا کے عہد میں جو امور جادۂ شریعت سے ہٹ گئے تھے انہیں شریعت کے راستہ پر لگادیا۔اسلامی حکومت کی حدود دتوسیع کے بجائے اسلام کی توسیع اور اشاعت کی کوشش کی۔آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث نبویؐ کی جمع وتدوین کا بیڑا اٹھایا اور اس کام کو انجام دینے کے لئے معاصر علماو محدثین کی خدمات حاصل کیں۔بنوامیہ نے یہ محسوس کیا کہ اگر آپ کی خلافت زیادہ عرصہ تک قائم رہی تو آپ بنوامیہ کا زور توڑ کر خلافت اسلامیہ کی اصلاحات کو اس قدر مستحکم کردیں گے کہ ان کا گزشتہ اقتدار واپس نہ آسکے گا۔اسی لئے انہوں نے آپ کے خادم کو ایک ہزار اشرفی دے کر آپ کو زہر دلوادیا جس سے ان کا انتقال ۱۰۱ھ/۷۲۰ء میں ہوگیا۔

۱۱۱۔ تاریخ اسلام (حسن ابراہیم) ص:۳۱۴،ج:۱۔الفتوحات الاسلامیہ،ص:۱۲۵-۱۲۶